۲۷ ذی الحجہ ۸۹ھ ۶ مارچ ۷۰ء

مطبوعاتِ انجمن خدام الدین لاہور پاکستان غربی

ہدیہ ۲۵ پیسے

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "مَنِ اسْتَعَاذَ بِاللّٰہِ فَأَعِیذُوهُ، وَمَنْ سَأَلَ بِاللّٰہِ فَأَعْطُوهُ وَمَنْ دَعَاكُمْ فَأَجِیبُوهُ، وَمَنْ صَنَعَ إِلَیْكُمْ مَعْرُوفًا فَكَافِئُوهُ، فَإِنْ لَمْ تَجِدُوا مَا تُكَافِئُونَهُ بِهِ فَادْعُوا لَهُ حَتّٰی تَرَوْا أَنَّكُمْ قَدْ كَافَأْتُمُوهُ" حَدِیثٌ صَحِیحٌ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِیُّ بِأَسَانِیدِ الصَّحِیحَیْنِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ [حضور] اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ جو شخص اللہ کا واسطہ دے کر پناہ حاصل کرنا چاہیے اس کو پناہ دے دو اور جو شخص اللہ تعالٰے کے نام پر مانگے تو اس کو دو۔ اور جو تم کو دعوت پر بلائے اس کی دعوت پر لبیک کہو اور جو شخص تم سے بھلائی کا معاملہ کرے تو تم اس کا بدلہ دو۔ اور اگر تم وہ چیز نہ پاؤ، جس کے ذریعہ سے تم اس کا بدلہ دے سکو، تو اس کے لئے دعا کرو۔ حتی کہ تم کو یقین ہو جائے کہ تم نے اس کا پورا بدلہ ادا کر دیا ہے۔ حدیث صحیح ہے ابوداؤد اور نسائی نے صحیح اسنادوں کے ساتھ اس کا ذکر کیا ہے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : "إِذَا قَالَ الرَّجُلُ لِأَخِیهِ یَا كَافِرُ فَقَدْ بَاءَ بِهَا أَحَدُهُمَا، فَإِنْ كَانَ كَمَا قَالَ وَإِلَّا رَجَعَتْ عَلَیْهِ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو اپنے بھائی کو کافر کہتا ہے تو کفر کا رجوع دونوں میں سے ایک کی طرف ضرور ہوتا ہے، اگر واقعہ ایسا ہی ہوا ہے جیسا کہ اس نے کہا (تو وہ کافر ہوتا ہے) ورنہ کفر قائل کی طرف لوٹ آتا ہے (بخاری و مسلم نے اس حدیث کو ذکر کیا ہے)

وَعَنْ أَبِی ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُولُ : "مَنْ دَعَا رَجُلًا بِالْكُفْرِ أَوْ قَالَ عَدُوَّ اللّٰہِ وَلَیْسَ كَذٰلِكَ إِلَّا حَارَ عَلَیْهِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ "حَارَ" رَجَعَ

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرما رہے تھے کہ جس شخص نے کسی آدمی کو کافر یا خدا کے دشمن کہہ کر پکارا اور وہ ایسا نہیں ہے۔ تو کفر اسی کی طرف لوٹ آئے گا بخاری و مسلم نے اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔

ف۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جو کلمہ منہ سے نکلتا ہے۔ وہ کبھی فنا نہیں ہوتا اور وہ بدستور محفوظ رہتا ہے لہذا کسی کو کافر کہنا کچھ ہنسی مذاق نہیں ہے بلکہ بڑی ذمہ داری کی بات ہے۔ یہ کلمہ معمولی بول چال میں بھی زبان پر لانے کے قابل نہیں ہے یا کافر (اے کافر) ایک ندائیہ کلمہ ہے کوئی فتوٰی نہیں ہے لیکن بے محل اس کلمہ کا استعمال بھی اپنا اثر دکھائے بغیر نہیں رہتا۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "لَیْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ، وَلَا اللَّعَّانِ، وَلَا الْفَاحِشِ وَلَا الْبَذِیِّ" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ : حَدِیثٌ حَسَنٌ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ جو بھی ایماندار ہے وہ طعن وتشنیع کرنے والا نہیں ہوتا اور نہ ہی لعنت بھیجتا ہے اور نہ ہی بدزبانی اور فحش کلامی کرتا ہے اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے۔ اور کہا ہے یہ حدیث حسن ہے۔

وَعَنْ أَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : "مَا كَانَ الْفُحْشُ فِی شَیْءٍ إِلَّا شَانَهُ، وَمَا كَانَ الْحَیَاءُ فِی شَیْءٍ إِلَّا زَانَهُ" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ حَدِیثٌ حَسَنٌ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ بدزبانی جس چیز میں بھی شامل ہوتی ہے اس کو بدنما بنا دیتی ہے اور حیا جس چیز میں بھی ہوتی ہے اس کو زینت دے دیتی ہے (اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے)

ف۔ بدزبان آدمی اجتماعی اور معاشرتی زندگی کے فوائد سے محروم ہو جاتا ہے۔ اور لوگ اس سے ملنا جلنا چھوڑ دیتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ بدزبانی اور فحاشی اسلامی تعلیمات اور اسلامی خصوصیات کے بھی منافی ہے لہذا جو شخص صحیح اسلامی زندگی بسر کرنا چاہتا ہے۔ وہ اس بداخلاقی میں مبتلا رہنا ہرگز پسند نہ کرے گا۔ جیسا کہ احادیث مندرجہ بالا اس پر شاہد ہیں

عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُونَ" قَالَهَا ثَلَاثًا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ "الْمُتَنَطِّعُونَ: الْمُبَالِغُونَ فِی الْأُمُورِ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ یہ ارشاد فرمایا۔ کہ "المتنطعون" (مبالغہ کرنے والے ہلاک ہو گئے) (مسلم)

لفظ "المتنطعون" وہ حضرات جو ہر کام میں مبالغہ کرتے ہیں۔

خط وکتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ دیا کریں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خدام الدین لاہور

۲۰ ذی الحجہ ۱۳۸۹ھ
۶ مارچ ۱۹۷۰ء

جلد ۱۵
شمارہ ۴۲

فون نمبر ۶۷۵۴۵

مندرجات

علماء کرام کے متحدہ محاذ کی ضرورت

علماء کے ۲۲ نکات کو دستور اسلامی کی اساس بنایا جائے!

مختلف سیاسی رہنماؤں کی طرف سے "اسلام اسلام" کی غوغا آرائی سے سادہ لوح عوام سخت اضطراب اور پریشانی میں مبتلا ہو رہے ہیں کہ وہ کس کی بات کا یقین کریں اور کسے ترک کریں۔

وہ اسلامی رہنمائی کے لئے جب علماء کرام کی طرف دیکھتے ہیں تو ان کے بھی مختلف دھڑے اور گروہ نظر آتے ہیں۔ یہ صورت حال صرف عوام الناس ہی کے لئے نہیں خود علماء کرام کے لئے بھی سخت تشویش کا باعث ہے۔

خدام الدین کے گذشتہ شمارہ میں عرض کیا جا چکا ہے کہ وہ جماعتیں اور افراد جو پوری نیک نیتی اور دیانت کے ساتھ پاکستان میں اسلامی نظام رائج کرنے کا عزم رکھتے ہیں انہیں باہمد گر معمولی اختلافات یا تو ختم کر دینے چاہئیں اور یا انہیں کسی دوسرے وقت کے لئے معرضِ التوا میں ڈال دینے چاہئیں۔

جہاں تک اسلامی نظام کی تعبیر و تشریح کا سوال ہے اس کے لئے مختلف مکاتب فکر کے علماء کا مرتّب کردہ ۲۲ نکاتی دستوری خاکہ رہنما اصول بن سکتا ہے اور اگر باہمی فکری و نظری اختلاف کے باوجود صرف اسلام کی خاطر ۱۹۵۱ء میں تمام علماء متحد ہو سکتے تھے، تو ۱۹۷۰ء میں کون سی رکاوٹ درپیش ہے؟ جس طرح اُس وقت قادیانیوں کا اثر و نفوذ اور کلیدی عہدوں پر فائز مرزائی افسروں کی اہلِ اسلام کے خلاف جارحانہ سرگرمیاں حد سے بڑھ گئی تھیں اسی طرح آج بھی قادیانیوں، سامراجی طاقتوں، ان کے گماشتوں، ملحدوں اور بے دین عناصر کی ریشہ دوانیوں نے اسلام، امتِ مسلمہ اور تمام ممالک اسلامیہ خصوصاً پاکستان کے خلاف ایک یلغار شروع کر رکھی ہے اور ۱۹۶۵ء کی جنگ میں خجالت اور شرمندگی کا منہ دیکھنے کے بعد اب انہوں نے اسلام کی عظمت گھٹانے اور ملّت اسلامیہ کو کھوکھلا کرنے کے لئے اسلام کے مقدّس نام پر منافقین کا کردار ادا کرنا شروع کر دیا ہے۔

ان خطرناک سازشوں اور خوف ناک ریشہ دوانیوں کا منہ توڑ جواب صرف علماء کا متحدہ محاذ ہی ہو سکتا ہے اور ۲۲ نکاتی دستوری سفارشات اس اتحاد و اتفاق کے لئے موزوں ترین مرکز اور اساس ثابت ہو سکتی ہیں۔

پاکستان کی سب سے بڑی دینی جماعت جمعیۃ علماء اسلام پہلے ہی سے ۲۲ نکات کی اساس پر دستور اسلامی کے نفاذ کا مطالبہ کر رہی ہے اور ملک کی باوقار جماعتوں میں سے مجلس احرارِ اسلام، مجلس تحفّظ ختم نبوّت، مرکزی جمعیۃ علماء اسلام، جمعیۃ علماء پاکستان بھی ۲۲ نکاتی پروگرام کی مؤید اور حامی نظر آتی ہیں۔ ان میں صرف جماعت اسلامی ہی ایک ایسی جماعت ہے جو اپنے سابقہ مؤقف (۲۲ نکات) سے ہٹ کر ان دنوں ۱۹۵۶ء کے دستور کی علمبردار بن گئی ہے۔ اگر وہ بھی علماء کے ۲۲ نکات پر متفق ہو جاتی جیساکہ ۱۹۵۱ء میں تھی تو ملک کا دستوری بحران آج ختم ہو سکتا ہے۔

اس سلسلہ میں ضروری ہے کہ ۲۲ نکات تجویز کرنے والے علماء کرام اور دینی جماعتوں کا ایک خصوصی اجلاس طلب کیا جائے اور ملک کے نئے تقاضوں کو ملحوظ رکھ کر ۲۲ نکات کی اساس پر دستور اسلامی کے نفاذ کی عملی راہیں نکالنے کے لئے علماء کا متحدہ محاذ قائم کیا جائے۔ یہی ایک صورت ایسی ہے جس سے پاکستان میں اسلام کا تحفّظ و بقا ہو سکتا ہے اور یہ ملک سامراجی طاقتوں اور ملحدوں کی یلغار اور ان کی خطرناک ریشہ دوانیوں سے محفوظ ہو سکتا ہے۔

ایک نظریاتی بحث

"کیا علماء کرام معاشی انقلابات کی رہنمائی کر سکتے ہیں؟" ــــ کے زیرِ عنوان خدام الدین کے اسی شمارہ میں دوسرے صفحات پر ایک مضمون شریکِ اشاعت کیا جا رہا ہے۔ ادارہ خدام الدین اس کے تمام مندرجات سے متفق نہیں ہے اس میں بعض امور حقائق و واقعات کے خلاف ہیں۔ یہ مضمون من وعن اس لئے شائع کیا گیا ہے تاکہ صورتِ مسئلہ صحیح انداز میں سامنے آ جائے اور ہمارے مغربی طرزِ فکر سے متأثر حضرات جو نظریات قائم کر رہے ہیں اُن سے پوری طرح باخبر ہو جائیں۔

جو حضرات اس مضمون کے مندرجات سے متفق نہ ہوں وہ سلجھے ہوئے انداز میں اپنے خیالات قلمبند کر کے ادارہ خدام الدین کے نام ارسال فرمائیں۔ ادارہ خدام الدین مناسب وقت پر اپنی رائے کا بھی اظہار کریگا۔ انشاءاللہ!

انگریزوں کی مدح سرائی

(ترجمانِ اسلام سے بلاتبصرہ)

انگلستان کے ایک فلسفی اور ریاضی دان "برٹرینڈرسل" کا پچھلے دنوں انتقال ہو گیا ہے۔

جہاں تک برٹرینڈرسل کی عالمی شہرت اور امن پسندی کا تعلق ہے اس کی تعریف کرنا چنداں غیر مناسب نہیں۔ اور جن لوگوں نے اس کی موت پر اس طرح کے تعریفی کلمات کہے ہیں انہیں قابلِ اعتراض نہیں کہا جا سکتا۔ لیکن ایک صاحب نے برٹرینڈرسل کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:۔

"انیسویں صدی میں انگریزوں میں بڑے بڑے انسان پیدا ہوئے۔ ایسے انسان شاید پھر کبھی دنیا نہ دیکھ سکے فی الحقیقت ملکہ وکٹوریہ کا دَور انگریز کی تاریخ میں ایک سنہری دَور ثابت ہوا"۔ اس کے بعد تحریر فرماتے ہیں۔ ذرا غور سے پڑھئے:۔

"اتنے عظیم انسان ایک ہی وقت ایک ہی قوم میں سطحِ زندگی پر ابھر آئیں۔ ایسی کیفیت انسانی تاریخ میں اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھی گئی تھی۔ برٹرینڈرسل اس دَور کی آخری یادگار تھا اب پھر نہ ڈزرائیل نظر آئے گا نہ گلیڈ اسٹون نہ جان مارلے، نہ روزبری، نہ ایچ جی ویلز، نہ برناڈشا، نہ چرچل، نہ ایلیٹ اور نہ برٹرینڈرسل"۔

(روزنامہ جنگ کراچی سنڈے ایڈیشن ۹ر فروری ۱۹۷۰ء) (مضمون مشرق و مغرب پیر علی محمد راشدی کے قلم سے)

آپ نے ملاحظہ فرمایا انگریزوں کو کتنا شاندار خراجِ عقیدت پیش کیا گیا ہے اور یہاں تک تاثر دیا گیا ہے کہ پوری انسانی تاریخ اس عظمت سے محروم ہے۔

جی ہاں اسی تاریخ میں مسلمانوں کی قدیم و جدید تاریخ بھی شامل ہے۔ ان خیالات کے لکھنے والے صاحب اہلِ قلم کے اس قافلہ کے فرد ہیں جو زور و شور کے ساتھ اسلام کا نام لیتے ہیں اور دوسروں کو اشتراکیت کے طعن سے مجروح کرتے رہتے ہیں۔ لیکن درحقیقت ان کا مرکزِ عقیدت انگریز ہیں۔ خواہ ان کے ممدوح بعض انگریز، سوشلسٹ خیالات کے حامل ہی کیوں نہ ہوں۔ اور خدا، آخرت و دین ہر چیز کے منکر ہوں۔ خود "برٹرینڈرسل" جس کی وفات پر یہ مدح سرائی ان صاحب نے فرمائی ہے.........

...نظریات کے اعتبار سے دہریہ، خدا کا منکر، لادین اور سوشلسٹ معیشت کا حامی تھا۔ لیکن انگریز تھا۔ اس لئے ان حضرات کے نزدیک صاحبِ عظمت تھا، بہت بڑا انسان تھا، قابلِ فخر تھا۔ اور یہ ہی نہیں بلکہ دوسرے انگریز، جن کے نام لے کر ان صاحب نے ان کی عظمت کا پھریرا اڑایا ہے۔ انگلستانی ہونے کی وجہ سے بہت بڑے انسان تھے، حالانکہ ایک دو کو چھوڑ کر جتنے افراد کے ان صاحب نے نام لئے ہیں۔ وہ سب انگریز، اسلام اور عالمِ اسلام کے کٹر دشمن اور مسلمان ممالک کو غلامی و محکومی کی زنجیریں پہنانے والے تھے۔ ان کے ہاتھوں ہی ترکی کی خلافت کا خاتمہ ہوا، بیت المقدس کا علاقہ یہودیوں کے تسلط میں دیا گیا اور مسلمانوں پر مصائب کے پہاڑ توڑے گئے۔

پروگرام حضرت مولانا محمد عبیداللہ انور مدظلہ العالی

۱۵ر مارچ بروز اتوار وزیرآباد میں جمعیۃ علماء اسلام کے زیرِ اہتمام بعد نمازِ ظہر جلسۂ عام سے خطاب فرمائیں گے بعد نمازِ عصر سوہدرہ تشریف لے جائیں گے۔ عشاء کی نماز کے بعد خطاب فرمائیں گے۔ بعدازاں حضرت لاہور واپس تشریف لے آئیں گے۔ مولانا محمد اکرم ناظم جمعیۃ علماء اسلام مغربی پاکستان بھی وزیرآباد اور سوہدرہ میں خطاب فرمائیں گے۔

(حاجی بشیر احمد)

دعائے مغفرت

- انتہائی افسوس کے ساتھ اطلاع دی جاتی ہے کہ موضع ٹیری ضلع کوہاٹ کے شیخ الحدیث الحاج مولانا عبدالغنی صاحب ۶ر ذی الحجہ بروز جمعہ ساڑھے دس بجے رات اس دارِ فانی کو خیرباد کہہ گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

علمِ دین کے سلسلے میں مرحوم حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن مرحوم و مغفور کے چند تاحیات ارشد تلامذہ میں سے تھے اور دارالعلوم کے دیرینہ فضلاء میں سے تھے۔ سلسلہ تصوّف میں حضرت حاجی ترنگزئی کے چشمۂ فیض سے فیضیاب تھے۔ مرحوم کی جملہ زندگی علمِ دین کی خدمت و اشاعت میں صرف ہوئی اور عرصۂ دراز تک مدرسہ انجمن تعلیم القرآن کوہاٹ میں شیخ الحدیث کے منصب پر قائم رہے اور بخاری اور ترمذی کا درس دیتے رہے جملہ احباب و متعلقین سے دعائے مغفرت کی استدعا ہے۔

(منجانب عادل بادشاہ)

- میرے شفیق والد صاحب حاجی نور محمد تقریباً سو سال کی عمر میں بعلالت کثیر وفات پا چکے ہیں۔ قارئین کرام سے استدعا ہے کہ مرحوم کے لئے دعا مغفرت فرمائیں۔ مرحوم صوم و صلوٰۃ کے پابند تھے اور اعتقاداً مسلک دیوبند اور سیاستاً جمعیۃ علماء اسلام کے سچے پروانے تھے۔

(خیر محمد مجاہد۔ روجھان)

تلاشِ گمشدہ

حافظ رفیق احمد میانوالی والے اور حافظ عبدالعزیز خبر پڑھتے ہی جلد واپس گھر پہنچ جائیں آپ کے والدین سخت پریشان ہیں خصوصاً والدہ کی حالت بہت نازک ہے۔ (مولوی احمد سعید مسجد زرگراں میانوالی)

پردہ کی ضرورت و اہمیّت

قسط نمبر ۳/

(از قلم غلام رسول پنشنر ڈیرہ اسماعیل خان)

حقیقت یہ ہے کہ دنیا میں اس وقت جو فسق و فجور کا دور ہے اس کی وجہ عورت کی بے پردگی ہے۔ عورت اور مرد کا آزادانہ اختلاط حد درجہ خطرناک ہے اسی سے برائیاں جنم لیتی ہیں۔ دوسرے لفظوں میں عورت اور مرد کا آزادانہ میل جول زنا کی عبوری منزل ہے۔ دیکھنا۔ باتیں سننا۔ گانا سننا۔ یہ سب مدارج زنا کے عمل تک لے جاتے ہیں۔

انسان دنیا کی ہر ایک چیز پر غالب آگیا ہے مگر نفس امارہ پر غالب نہیں آ سکا۔ نفس امارہ، کی وجہ سے انسان بدیوں کی طرف جھکا پڑتا ہے۔ ذرا تحریک ہو تو بدی پر ایسے گرتا ہے جیسے کئی دنوں کا بھوکا آدمی لذیذ کھانے پر۔ اور اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ نفس اور شیطان نے مل کر دنیا میں وہ بدیاں پھیلائی ہیں۔ جن سے انسانیت شرمندہ ہے اور یہ بھی صحیح ہے کہ اگر مرد. اور عورت کو اپنے حدود کے اندر نہ رکھا جائے تو فسق و فجور کا سیلاب آ جاتے۔ کہتے ہیں کہ عورت اور مرد کا معاملہ ایسا ہے جیسا کہ آگ کپاس یا تیل۔ آگ کپاس یا تیل کے درمیان پردہ کی دیوار حائل ہو تو یہ چیزیں برسوں جوں کی توں پڑی رہیں اور اگر ان کے درمیان سے پردہ ہٹا دیا جائے تو ایک لمحہ پر آگ قبول کرکے بھسم ہو جائیں یہی حال عورت اور مرد کا ہے اگر عورت پردہ میں رہے اور غضِ بصر بھی کرے تو ممکن ہی نہیں کہ مرد کی بدنظر کا شکار ہو سکے یا مرد ہی بدکاری پر مائل ہو سکے۔

پس اصل میں جنسی بے راہروی اور بدکاری کی تحریک تو نظارہ بازی سے ہوتی ہے

جب عورت اپنی تمام رعنائیوں دلفریبیوں اور غمزوں سے دعوت نظارہ دے رہی ہو تو ایسے مرد بہت کم ہی ہونگے جو اس دعوت کو ٹھکرا کر اللہ تعالیٰ کے خوف سے عورت کی طرف نظر تک اٹھا کر نہ دیکھیں چونکہ نفس امارہ کا مشیر شیطان ہے وہ ایسے طریق بتا دیتا ہے جن سے مرد کے لیے اپنے ذوق کی تسکین کے لیے راہیں کھلتی چلی جاتی ہیں۔ پس خیال تو کرو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عورت کو پردہ کا حکم دینا کتنا مفید اور خیر و برکت کا موجب ہے۔ جس کے باعث وہ بدکردار اور مفسد شخص کی بدنظری سے محفوظ رہ کر اپنی آبرو بچا لیتی ہے۔

اللہ تعالےٰ اپنے احکامات کی توہین ایک مسلمان کی زبان سے سننا برداشت نہیں کرتا۔

امریکہ اور یورپ میں جہاں پردہ کا رواج نہیں۔ جنسی بے راہروی کے نتائج بڑے ہولناک ظاہر ہوئے ہیں ایک اخباری حوالہ سے معلوم ہوًا ہے کہ اب ان ممالک میں بن بیاہی ماؤں کی تعداد ۶۶ فیصد سے بڑھ کر ۷۵ فی صد ہو گئی ہے (معاذ اللہ) تو دیکھ لو۔ یہ ہے، اس تہذیب اور ترقی کا نتیجہ ہے جس کے لیے ایک دنیا بے چین ہے لیکن افسوس کا مقام تو یہ ہے کہ مغربی تہذیب کا اثر ہمارے ملک پر بھی ہے اب پردہ کو غیر ضروری سمجھا جاتا ہے۔ اسے قدامت پسندی کی علامت سمجھ کر اس پر مذاق اڑایا جاتا ہے اور زیادہ افسوس تو اس امر پہ ہے کہ پردہ پر مذاق اڑانے والے غیر مسلم نہیں خود مسلمان ہیں۔ یہ کتنی بڑی جسارت ہے کہ ایک شخص مسلمان بھی کہلائے قرآن کریم کو سرچشمۂ ہدایت بھی ملنے اور پھر اللہ تعالیٰ کے اس واضح قانون پر اپنی زبان دراز کرے اور گستاخ بن جائے۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے احکامات کی توہین ایک مسلمان کی زبان سے سننا برداشت نہیں کرتا۔ وہ ایسے شوخ کو اسی دنیا میں ضرور سزا دیتا ہے۔ اس کی ذلت اور رسوائی کے سامان پیدا ہو جاتے ہیں۔ ارشادِ ربانی ہے "ومن یکفر بالایمان فقد حبط عملہ۔ وھو فی الاخرۃ من الخاسرین"۔ یعنی جس نے قرآن کریم پر ایمان لانے کے بعد اپنے ذوق کے مطابق کسی حکم کا انکار کیا یا اسے غیر ضروری سمجھا تو ایسے شخص کے اعمال سلب کر دیئے جاتے ہیں کیونکہ بے ادبی کی یہی سزا ہے۔ ارشادِ نبوی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور بخشش سب کے لیے ہے مگر بے ادب اور گستاخ کے لیے نہیں۔ ع

بے ادب محروم ماند از فضلِ رب

یاد رکھو کہ ذرا سی بے ادبی ستر برس کے عمل کو ضائع کر دیتی ہے اور انسان کو اللہ تعالیٰ کے غضب کا مورد بھی بنا دیتی ہے۔ پھر یہ بات دیکھ کر اور بھی حیرت ہوتی ہے کہ عام طور پر کالجوں میں یا دوسری سٹیجوں پر یہ مذاکرات ہوتے رہتے ہیں کہ "پردہ عورت کی ترقی میں حائل ہے" مگر مومن کا یہ کام نہیں کہ قرآن کریم کے اس حکم کے آگے جو ہمارے لیے حرفِ آخر ہے اور فطرت کے عین مطابق ہے اپنی زبان کھولے۔ اگر اس کی حکمت اسے سمجھ میں نہیں آتی تو نہ سہی مگر اس کو موضوع بحث بنانا اور اس پر تشدید کرنا ایک قسم کا استہزا اور تمسخر ہے جو اللہ تعالےٰ کے غضب کو بھڑکانے والا ہے۔ ایک مسلمان کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ مومن بھی بنے اور احکامِ ربانی پر اعتراض کا مرتکب ہو۔ پھر یہ حکم سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کی زبان مبارک سے بیان ہوًا ہے اور اس پر حضور کا اسوہ بھی شامل ہے۔ ایک مسلمان مرد اور عورت کے لیے کافی ہے کہ وہ اس پر یقین کرے اور اپنی زبان دراز نہ کرے ورنہ بے ادب سمجھا جائے گا۔

حدیث شریف میں ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا لڑکا بچپن میں فوت ہو گیا۔ بچے کے غم میں پریشان رہنے لگیں۔ حضور نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے پژمردہ چہرہ دیکھ کر فرمایا:۔ خدیجہ! کیا تو اس بات پر خوش نہیں کہ تیرا بیٹا بہت ہی اچھے مقام پر چلا گیا ہے۔ جنّت میں اسے حوریں کھلاتی پلاتی ہیں۔ حوریں لوریاں دیتی ہیں

(باقی صد ۱۶ پر ملاحظہ فرمائیں)

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ

قسط نمبر ٦

از قلم محمد نصیر ہمایوں

ابو حازمؒ

ابو حازم سلمہ بن دینار، صحابہ کرام میں سے سہل رضی اللہ عنہ بن سعد سے (جو مدینہ کے آخری صحابی تھے اور جنہوں نے ٨٨ ہجری میں سو برس کی عمر میں وفات پائی) تفاد روایت کا شرف حاصل ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایت کرتے ہیں لیکن سماع ثابت نہیں۔ تابعین عظام میں سے محمد بن المنکدر، سعید بن المسیب، ام الدرداء الصغریٰ اور ابو ادریس خولانی سے تلمذ رکھتے ہیں۔

حضرت امام زہری رحمۃ اللہ علیہ گو عمر و فضل دونوں میں ان سے بڑے تھے تاہم ان سے حدیث سیکھتے تھے۔

سیدنا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، ابن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ، ثوری رحمۃ اللہ علیہ، حماد رحمۃ اللہ علیہ وغیرہم ان کے شاگرد تھے۔ محدثین میں یہ ثقہ اور کثیر الحدیث مشہور ہیں۔

ابو حازم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کبھی کبھی مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں وعظ فرمایا کرتے تھے، ان کے حلقۂ درس میں کثیر التعداد لوگ بیٹھتے تھے۔ لوگوں کے جم غفیر کا یہ عالم ہوتا کہ دیر سے آنے والوں کو جگہ ملنی مشکل ہو جاتی تھی۔ چنانچہ ایک ایسے ہی موقعے پر سیدنا امام مالکؒ پہنچے۔ جگہ بھر چکی تھی۔ بیٹھنے کی جگہ نہ تھی امام صاحب واپس چلے آئے۔ لوگوں نے سبب پوچھا تو امام دار الہجرۃ (مالکؒ) نے فرمایا کہ

"میں نے پسند نہ کیا کہ میں حدیث نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) کھڑے کھڑے سیکھوں"! (بحوالہ کتاب العلل ترمذی)

حدیث نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سیکھنے اور سکھانے کا ادب ملحوظ رکھنے میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی یکتائے روزگار تھی۔ اس سے اُن کا مقصد یہ تھا کہ بے اطمینانی اور بُعد کے سبب صحت سماع مشکل تھی اور یہی اصل چیز تھی۔ جس کا حضرت امام موصوف سب سے زیادہ پاس رکھتے تھے۔

ابو حازم نے ١٤٠ ہجری کے بعد انتقال کیا۔

یحییٰ بن سعیدؒ

ابو سعید یحییٰ بن سعید الانصاری، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عدی بن ثابت۔ حضرت علی زین العابدین بن امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شرف تلمذ حاصل ہے۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، شعبہ، ثوری، ابن عیینہ، حماد بن زید، حماد بن سلمہ اور لیث مصری وغیرہم نے ان سے روایت کی ہے :-

مدینۃ النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے عہدۂ قضاء پر فائز و مامور تھے۔ ابن مدینی کی تحقیق کے مطابق ان کی روایت سے تین سو حدیثیں ہیں۔ ابن سعد نے اُن کے متعلق لکھا ہے کہ

ثقة كثير الحديث حجة ثبت

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور سفیان بن عیینہ نے ان کو "حفاظِ حدیث" میں شمار کیا ہے۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ان کی نسبت فرماتے ہیں کہ

سعيد اثبت الناس

١٤٣ ہجری میں وفات پائی۔

شیوخ مالکؒ کی تعداد

دیگر شیوخ مدینہ منورہ اور بعض شیوخ مکہ معظمہ و بصرہ و خراسان سے بھی سیدنا امام موصوف و ممدوح نے روایت کی ہے آپ کی شہرۂ آفاق تالیف مؤطا میں جن شیوخ سے روایت ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے مسوّیٰ شرح مؤطا کے مقدمہ میں ان کی تعداد پچھتر (٧٥) بیان کی ہے۔

لیکن علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ شافعی المتوفی ٩١١ ہجری کی اسعاف المبطا برجال المؤطا کے تفحص سے "تلاش و تحقیق" کے بعد معلوم ہوا ہے کہ حضرت امام مالک کے شیوخ مؤطا کی تعداد ٩٦ ہے

حضرت سید سلیمان ندوی نوّر اللہ مرقدہٗ نے بھی ٩٦ ہی کی تعداد کو اختیار کیا ہے۔

لیکن یہ تعداد صرف مؤطا کی ایک ہزار سات سو بیس احادیث و آثار کی ہے ورنہ اصل میں امام مالکؒ کی احادیث صحیحہ وغیر صحیحہ کی تعداد دس ہزار تھی جن میں سے تقریباً آٹھ ہزار تنقید و بحث کے بعد خارج کر دی گئیں۔

اگر موجودہ ایک ہزار سات سو بیس صحیح روایات کی چھیانوے (٩٦) شیوخ کے ساتھ نسبت پیش نظر رکھ کر دس ہزار روایات کی مناسبت سے شیوخ کی "تلاش کی جائے تو موجودہ تعداد بہت بڑھ جائے گی۔

صحیح مسلم شریف کے جامع امام مسلم نے حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے شیوخ عظام پر ایک مستقل کتاب لکھی تھی لیکن افسوس ہے کہ انقلاباتِ زمانہ اور مرور ایّام کے نشیب و فراز نے آج اس کتاب کو نایاب بنا دیا ہے۔ (ممکن ہے کہ امام مسلم کی یہ قلمی کاوش کسی لائبریری میں موجود ہو۔ لیکن جہاں تک میری "تلاش" کا تعلق ہے آج کل یہ کتاب نایاب ہے)

حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ کے ان ٩٦ شیوخ کے نام بہ ترتیب حروفِ تہجی ذیل میں بیان کیے جاتے ہیں :-

(الف) ابراہیم بن ابی عبلہ مقدسی الشامی ابراہیم بن عقبۃ الاسدی المدنی۔ اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ۔ اسماعیل بن ابی حکیم المدنی، اسماعیل بن محمد بن سعد المدنی۔ ایوب بن تیمہ سختیانی، بصری۔ ایوب بن حبیبہ المدنی۔

(ب) بجیر بن الاشج المدنی

(ث) ثور بن زید المدنی

(ج) جعفر بن محمد بن علی الہاشمی المدنی، جمیل بن عبد الرحمٰن المدنی

(ح) حمید بن ابی الحمید الطویل البصری، حمید بن قیس الاعراج المکی

(خ) خبیب بن عبد الرحمٰن المدنی

(د) داؤد بن حصین الاموی المدنی

(ر) ربیعہ بن عبد الرحمٰن الرائی المدنی

(ز) زیاد بن سعد الخراسانی زید بن اسلم المدنی، زید بن ابی اُنیسۃ الجزری، زید بن رباح المدنی۔

(س) سالم بن ابی امیہ المدنی، سعید بن اسحاق القضاعی المدنی۔ سعید بن ابی سعید کیسان المدنی، سلمہ بن دینار ابو حازم المدنی، سلمہ بن صفوان الانصار المدنی، سمی المخزومی المدنی، سہیل ٣ بن ابی صالح ذکوان المدنی (باقی آئندہ)

مجلسِ ذکر

خشکی اور تری میں فساد پھیل گیا ہے

از: حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی : اَمَّا بَعْدُ :-
فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ :-

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ -
(الروم آیت ۴۱)

ترجمہ: خشکی اور تری میں فساد پھیل گیا ہے۔

ہر طرف فساد ہی فساد ہے

بزرگانِ محترم و معزز حاضرین! میں نے سورتِ روم کی ایک آیت کا چھوٹا سا ٹکڑا آپ کے سامنے پڑھا ہے۔ آپ حضرات میں سے اکثر نے اخبارات ضرور دیکھے ہوں گے اور پہلے سے بھی بے خبر نہیں کیونکہ حالات و واقعات سامنے آتے ہی رہتے ہیں میں بھی آج عصر کے قریب اخبار دیکھ رہا تھا۔ صرف لاہور ہی میں خدا معلوم کتنے قتل کے کیس، کتنے چوری ڈکیتی کے کیس ہوتے ہیں اور کس قدر خدا کی نافرمانی ہوتی ہے اور بین الاقوامی طور پر آپ دیکھتے ہیں کتنے برسوں سے جنگِ ویت نام ہے، جنگ فلسطین ہے، پھر انڈیا میں جو کچھ آج مسلمانوں کے ساتھ بیت رہی ہے ایسے ہی الجزائر کا حال آپ سے پوشیدہ نہیں ہے۔ پھر جو مصر و شام کے اندر ہو رہا ہے، اب تک، تقریباً سرد جنگ تو جاری ہے اور کوئی پتہ نہیں کس وقت آگ و خون کی ہولی اسرائیل عربوں کے ساتھ کھیلنے لگ جاتے۔ یہ ساری باتیں قرآن حکیم کے اس ارشاد کے تحت آتی ہیں۔ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ -

سردارِ اولین والآخرینؐ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ۔ آپؐ نے فرمایا۔ سب سے بہتر زمانہ میرا ہے۔ عہدِ سعادت، خیر القرون، تمام اگلے پچھلے زمانوں میں سب سے بہتر، کیونکہ اس کائنات کا اشرف ترین طبقہ انسان ہے۔ آپؐ اُن اشرف ترین لوگوں کے سردارؐ ہیں۔ سردارِ اولین والآخرینؐ تمام انبیاء کے سرتاج اور امام ہیں ؏

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

ہمارے اکابر نے کیا خوب طریقے سے چند لفظوں کے کوزے میں سارے سمندروں اور دریاؤں کو بند کر دیا۔ اللہ کی ذات کو کوئی پا نہیں سکتا۔ اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی کوئی پاسنگ نہیں، سارے انبیاء ایک طرف، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات ایک طرف، آپؐ کی تعلیم ایک طرف، ساری امتیں سابقہ ایک طرف، آپؐ کی امت سب سے برتر اور اعلیٰ ایک طرف، سب سے زیادہ اللہ تعالےٰ نے آپؐ کو نوازا ہے۔ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ ۝ کی مصداق قرار دیا ہے، اس سے بہتر کوئی خُلُقِ عظیم نہیں تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ۔ اللہ کے اخلاق و عادات کو اپناؤ۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی زندہ تصویر ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اِنَّمَا بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ ط میں صرف لوگوں کے اخلاق سنوارنے کے لئے آیا ہوں۔ اگر اخلاق سنور جائیں، اگر ہم سچے کھرے محمدی مسلمان بن جائیں تو اللہ نے وعدہ کیا ہوا ہے اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝ (آل عمران ۱۳۹) تم سے کوئی برتر ہو ہی نہیں سکتا۔ سب سے بڑے سردار اس جہان کے تم ہو۔

دینِ اسلام ازلی دین ہے

لیکن ہماری بدقسمتی، آپ دیکھتے ہیں کہ صدیوں جہاں حکمران رہے آج وہیں مسلمان کے خون سے ہولی کھیلی جا رہی ہے، صدیوں جہاں کلمہ پڑھایا آج وہاں رام رام کے جھنڈے گڑے ہیں، یہ ہے ظَهَرَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ - ہم نے خدا کو چھوڑا، اللہ نے ہم سے ہاتھ اٹھا لیا۔ یَدُ اللّٰہِ عَلَی الْجَمَاعَۃِ ط جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے۔ اسلام ہی ہے اجتماعیت کی دعوت، لیکن فرد کامل ہو تو گروہ اچھا ہوتا ہے، گروہ اچھا ہو تو قومیں اچھی ہوتی ہیں، قومیں اچھی ہوں تو ملت اچھی بن جاتی ہے۔ یعنی ملت میں گورے کالے، عرب، عجم ہر طرح کے مسلمان شامل ہیں۔ کوئی ملک ایسا نہیں جہاں اللہ اور اس کے رسولؐ کے نام لیوا نہ ہوں۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سارے انبیاءؑ کی تعلیمات کا نچوڑ، اللہ نے قرآن کے تیس پاروں میں محفوظ کر دیا۔ کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر اللہ تعالیٰ کی تعلیمات لوگوں کو پہنچا گئے۔ اَلدِّیْنُ الْقَیِّمُ ۝ (التوبہ ۳۶) ازل سے ابد تک دین اصلی مسلّم الثبوت ایک ہی ہے۔ صرف چھوٹے چھوٹے کچھ فروعی مسائل ہیں۔ جن میں اللہ تعالےٰ نے کچھ کمی بیشی کی ہے اور اسی لئے اولوالعزم پیغمبر آتے رہے۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کبھی نہیں فرمایا کہ میں نیا دین لے کر آیا ہوں۔ بیت المدارس یہودیوں کا مدرسہ تھا مدینے میں، وہاں حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کو بلوایا گیا۔ حضورؐ تشریف لے گئے۔ وہاں سوال کیا گیا "یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کوئی نیا دین پیش کرتے ہیں یا سابقہ ادیان کی تجدید کے لئے آتے ہیں؟" آپؐ نے فرمایا۔ "میں سابقہ ادیان کی تجدید کے لئے آیا ہوں — مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْہِ (البقرہ ۹۷) میں تمام سابقہ انبیاء، لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ (بقرہ ۲۸۵) بغیر کسی تفریق کے

اُن پر ایمان لاتا ہوں اور ہر مسلمان کو ایمان کی تلقین کرتا ہوں۔ مسلمان جب تک سارے انبیاء پر ایمان نہ لائے مسلمان نہیں۔ تمام انبیاءؑ کی تعلیمات کا بنیادی جوہر ہے توحیدِ خالص اور شرک کی نفی۔ دوسری طرف یہ ہے عاقبت۔ جس طرح کہ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ؕ یعنی ایک دن قیامت کا آنے والا ہے، حساب کتاب کا آنے والا ہے، یہاں کی دھاندلیاں، بے ایمانیاں، ظلم و زیادتیاں، ان سب کا اللہ تعالیٰ ایک دن دودھ کا دودھ پانی کا پانی کرنے والے ہیں۔

اللہ کے نام میں چین ہے

اب آپ ہی اندازہ فرمائیں کہ کیا مسلمان ممالک اور کیا کفّار و مشرکین کے ممالک، کہیں ہے امن؟ کہیں ہے چین؟ اگر چین ہے تو مَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ؕ خانہ کعبہ میں چین ہے۔ اب بھی آپ چلے جائیں۔ جتنا چین، جتنا سکون، جتنا اطمینان حرمین میں ہے دنیا کی کسی بستی میں نہیں، حالانکہ قریب ہی اُن کے جنگ لگی ہوئی ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ؕ (الرعد ۲۸) اطمینان قلب اللہ کی یاد کے بغیر نصیب نہیں ہو سکتا۔ وہ بدر میں بھی اور اُحد میں بھی جب جنگ ہو رہی تھی اطمینان سے تھے۔ ہندوستان اور پاکستان کی جنگ ہو رہی تھی اللہ والے مسجدوں میں بالکل تسکینِ قلب کے ساتھ اللہ کی یاد میں مشغول تھے۔ بڑے بڑے خان بہادروں، خرد ماغوں، لینڈ لارڈوں کو ہم نے دیکھا جو مسجد کے قریب نہیں پھٹکتے تھے اس وقت وہ یٰسٓ اور سورہ فتح کے ختم کر رہے تھے، آیت کریمہ کے لاکھ نکلوا رہے تھے۔ سب کی گردنیں جھکی ہوئی تھیں۔ اور واقعہ ہی یہ ہے کہ اللہ کے نام میں چین ہے۔

آج کل کی "مہذب" اقوام کی بربریت

آیت جو میں نے پڑھی ہے۔ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ، حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا زمانہ خیر کا ہے، آگے زمانہ آئے گا قربِ قیامت کا، جس وقت فساد ہی فساد ہوگا۔ آپ دیکھیں جس طرح ہیروشیما پر برطانوی، فرانسیسی، امریکی فوجوں نے ایک بم گرایا، لاکھوں انسانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اب تک تابناک اثرات انسانوں اور حیوانوں پر اثر انداز ہو رہے ہیں۔

ان کی تہذیب تباہی کی طرف لے جا رہی ہے۔ یہ عدم تشدّد کے قائل، حضرت مسیحؑ کو ماننے والے۔ خدا، بیٹا اور الوہیت کا عقیدہ رکھنے والے، عملاً یہ انکاری ہیں اپنے مذہب کے اور قولاً فعلاً کہتے ہیں کہ انجیل متی میں ہے کہ اگر تمہیں ایک رخسار پر کوئی تھپڑ مارے تو دوسرا پیش کر دو۔ عدم تشدّد کی زندگی یہ ہے کہ حضرت مسیحؑ پر ظلم و زیادتی ہوئی، پھانسی پر لٹکا دیا گیا (بقول عیسائیوں اور یہودیوں کے) اور انہوں نے اُف نہ کی، جوابی کارروائی نہ کی۔

اسلام کی تعلیمات

اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا اسلام کہتا ہے۔ تنگ آمد بجنگ آمد، اسلام کی تعلیم صرف مار کھانے والی تعلیم نہیں۔ تیرہ سالہ مکّی زندگی عدم تشدّد، شرافت، دیانت اور امانت، اِسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ (البقرہ ۱۵۳) خوفِ خدا، التجا، دعا، نماز، روزہ، عقاید کی تعلیم۔ مدنی زندگی میں اللہ نے فرمایا۔ اگر تم پر اب بھی مکّے والے چڑھ دوڑیں تو اینٹ کا جواب پتھر سے دو، ایک ایک کی بجائے دس دس کو لو۔ چنانچہ اللہ نے پھر وہ دن دکھایا۔ غزوۂ اُحد میں، بدر میں، حنین میں، خندق میں، کس کس کا ذکر کیجئے، کئی کئی سو غزوات ہیں۔ جن میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف لے گئے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔ اوسط ایک مہینے میں ایک جنگ بیٹھتی تھی جس میں حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم شریک ہوتے تھے۔

نفس کا تزکیہ

ہمیں اپنے نفس کی بھی تربیت کرنی پڑتی ہے۔ پھر اقوامِ عالم کی ہدایت آپ کے ذمے ہے۔ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ ؕ (آل عمران ۱۱۰) جہاں برائی دیکھو مٹاؤ۔ اگرچہ برائی مٹا نہیں سکتے، لیکن جد و جہد، سعی، کوشش ہمارا کام ہے۔ لَيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى۔ انسان کے ذمے صرف کوشش ہے، آگے تکمیل اللہ کے ذمّے ہے۔ اَلسَّعْيُ مِنِّيْ وَالْاِتْمَامُ مِنَ اللّٰهِ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے نفس کی بُرائی مٹانے کی توفیق دے۔

علم الادیان اور علم الابدان

نفس کی تربیت اہل اللہ کا موضوع ہے۔ سب سے بہتر بدن کا علم ہے۔ یعنی انسان کی صحت کا۔ اور دوسرا دین کا علم ہے۔ یہ علم الادیان اور علم الابدان بنیادی علوم ہیں۔ کیونکہ نفس کی پاکیزگی، طہارت، صفائی، ستھرائی پر منحصر ہے۔ آپ کا جسم پاک ہوگا، کپڑے صاف ہوں گے۔ حلال کی کمائی کھا کے چین سے اللہ کا نام لیں گے تو آپ کو راحت ہوگی، تسکین ہوگی، انشراحِ قلب نصیب ہوگا۔ روحانیت کو، ملکیت کو بالیدگی نصیب ہوگی۔ حرام کی کمائی ہوگی تو لڑائی بھڑائی ہوگی۔ آپ کا ضمیر بھی لعنت پھٹک کرے گا۔ خدا کی طرف سے بھی پھٹکار پڑ رہی ہوگی

بحر و بر میں فساد

سو اللہ تعالےٰ ہمیں وہ محمدی مسلمان بنائے۔ جس کو اللہ نے وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا۔ (آل عمران ۱۰۳) فرمایا کہ تمام مسلمان مل جل کر اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے تھام لیں۔ مسلمانوں نے اللہ کی رسّی چھوڑ دی، اللہ نے مسلمانوں کا ساتھ چھوڑ دیا۔ اور ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ دنیا کے کونے کونے میں فساد اور جنگ ہے۔ اخبار اٹھائیں تو انفرادی طور پر جو قتل و غارت گری ہو رہی ہے پڑھ کر حیرت ہوتی ہے۔ تاریخ پڑھ کے دیکھ لیجئے اتنی چوریاں ڈکیتیاں، قتل و غارت، ظلم و زیادتی کبھی دنیا کے اندر نہیں ہوئی۔ پھر یہ ہے کہ وہ زمانہ اخبارات کا نہیں تھا۔ ایک جگہ خرابی ہو تو دوسری جگہ پہنچتی نہیں تھی۔ آج امریکہ میں کوئی بدمعاشی ہوتی ہے تو ساری دنیا میں آشکار ہوتی ہے۔ لوگوں کو ایک قسم کا موقع مل جاتا ہے، جو

(باقی صـ۱۲ پر)

حدیثِ نبویؐ

جناب سیّد آغا صادق حسین صاحب صادقؔ دورِ حاضر کے اساتذہ میں سے ہیں اُن کے کلام میں مناظرِ فطرت اور اخلاقیات کا پہلو نمایاں ہوتا ہے۔ سر عبدالقادر مرحوم اور مولانا عبدالمجید سالکؒ مرحوم آپ کے خاص مداحوں میں سے تھے۔ اُن کی تصنیفات نوا، طفلستان، صبحِ صادق، حریمِ عصمت، شاخِ طوبیٰ، زخمہ وساز، بردوشِ ہوا، جوہرِ عروض، چشمۂ کوثر، نکاتِ حیات مقبولِ خاص و عام ہوچکی ہیں۔

(منظور سعید احمد)

حدیث سنتِ ہادیؐ، حدیث رہبرِ دیں
حدیث عروۂ وثقیٰ، حدیث حبلِ متیں!

حدیث مرکزِ وحدت، حدیث نقطۂ حق
حدیث منبعِ رُشد و حدیث رائے رزیں!

حدیث اسوۂ کامل، حدیث نُطقِ رسولؐ
حدیث مصدرِ ایماں، حدیث روحِ یقیں!

بغیر اس کے ہدایت کہاں سے آئے گی
کہ سرِّ مخفیٔ قرآں کی ہے یہی تو امیں!

حدیث چھوڑ کے ملّت بھٹکتی پھرتی ہے
پناہ اس کے سوا مل سکی اسے نہ کہیں!

یہ کائنات کو درسِ حیات دیتی ہے،
یہی ہے مرشدِ اکمل، یہی ہے فتحِ مُبیں!

رسولِ پاکؐ نے کس طرح زندگی کاٹی
حدیث آپؐ کی ہے آپ ہی کا عکسِ حسیں!

عیارِ حکمتِ کونین آپؐ کا ارشاد!
کہ حرف حرف ہے اس کا فلاحِ روئے زمیں!

حدیث سے تری دُوری خدا سے دُوری ہے
ہُوا جو اس کے قریں ہوگیا وہ حق کے قریں!

کلامِ پاک سے انکار کون کرتا ہے!
مگر حدیث پہ ہوتا ہے کیوں تُو چیں بہ جبیں!

جو ہے حدیث کا منکر، ہے منکرِ قرآں
کلامِ پاک پہ ایماں، حدیث پہ ہے یقیں،

آزاد کشمیر کو خود مختار ریاست بنانے کی خطرناک تجویز

نتائج و عواقب کا حقیقت پسندانہ تجزیہ

سردار محمد عبدالقیوم خان، صدر آل جموں و کشمیر مسلم کانفرنس

(۲)

بہر حال میں بلا خوف تردید کہہ سکتا ہوں کہ اگر اس وقت چوہدری غلام عباس مرحوم و مغفور اس نعرے کے خوفناک نتائج کی نشاندہی نہ کرتے اور دوسرے کاسہ لیسوں کی طرح آزاد ہتھکنڈوں کے سامنے ہتھیار ڈال دیتے — بلکہ ان ناعاقبت اندیشانہ اقدامات کو دیکھتے ہوئے چپ بھی سادھ لیتے تو یقیناً مسئلہ کشمیر ختم ہو گیا ہوتا۔ یہ حقیقت ہے کہ اگر چوہدری غلام عباس ہمیں سہارا نہ دیتے تو اس وقت کسی میں بھی ہمت نہ تھی کہ وہ تحریک پاکستان کی یا ریاست کے الحاقِ پاکستان کی بات کر سکتا، یہی وہ مشکل مقامات ہیں جہاں قومی رہنماؤں کے حوصلے اور بصیرت کا امتحان ہوتا ہے اور اپنے عمل سے ثابت کرتے ہیں کہ عوام کی رہنمائی کس طرح کی جاتی ہے انہیں نہ تو کسی آمرِ مطلق کی دھمکی مرعوب کر سکتی ہے اور نہ ہی وہ مخالف ہوا ہیں بہ سکتے ہیں اور اپنی زندگی کی پرواہ کئے بغیر عوام کی رہنمائی کرتے ہیں نہ کہ عوامی نظریے ان کی رہنمائی کرتے ہیں۔ چنانچہ قائد کشمیر مرحوم کی قیادت میں ہم نے اپنی پوری طاقت کے ساتھ اس نعرے کی مخالفت کی اور خدا کا شکر ہے کہ قوم نے ہماری بات کی طرف جلد ہی توجّہ دینا شروع کی۔ ہماری جماعت نے اس نعرے کو جس کو آزاد کشمیر کے صدارتی انتخاب میں استعمال کیا جا رہا تھا اور جس کی پشت پناہی پر حکومتِ پاکستان کی پوری طاقت خرچ ہو رہی تھی رَد ہی نہ کیا بلکہ اس سے پیدا ہونے والے خطرات سے بھی قوم کو آگاہ کیا۔ بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ مسلم کانفرنس کے قائدین ہی تھے جنہوں نے آمریت کو چیلنج کیا اور عرصۂ دراز تک اس کا شکار رہے۔

اس معاملے میں تیسرا محرک حکومتِ پاکستان کی آزاد کشمیر کے بہادر اور غیوّر اور محبِّ وطن لوگوں کے ساتھ بدسلوکی ہے جس کا کوئی دوسرا مؤثر علاج نہ پا کر کشمیر کا بیدار سیاسی کارکن اور نوجوان طبقہ اس گمراہی کی طرف متوجّہ ہونا شروع ہؤا۔ ایک طرفہ تماشا یہ ہے کہ آج بھی اس نعرے کی بڑی دلیل یہی دیتے ہیں کہ حکومتِ پاکستان اس نعرے کو اپنا رہی ہے اور اس طرح سادہ لوح عوام کو سحر سامری سے سلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اصل میں تمام تخریب پسند عناصر کا طریق کار یہی ہوتا ہے کہ وہ من گھڑت باتوں کا سہارا لے کر عوام کو پُرکشش قسم کے نعروں کی طرف متوجّہ کرنے کے درپے رہے ہیں۔ ثالثاً یہ کہ وہ عناصر روزِ اوّل سے اس ملک میں انتشار پیدا کرنے کے دَرپے رہے ہیں۔ اس قسم کی بے چینی اور عدمِ اطمینان پھیلانے کی تاک میں تھے۔ انہوں نے اس کیفیت کا بھرپور استفادہ کر کے ایک طرف تو بے چینی کو ہوا دی ہے اور دوسری طرف علیحدگی پسندی کا شرانگیز حل بھی حسین لبادہ اوڑھ کر پیش کر دیا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ حکومت کے اندر بعض سرکاری ملازمین کچھ تو اینگلو امریکی آقاؤں کا حقِ نمک ادا کرنے کی غرض سے کچھ اپنے معروف خبثِ باطن کے باعث اور کچھ ویسے ناعاقبت اندیشی اور ملّی معاملات کی لاتعلقی کے باعث اس نعرے کی کسی نہ کسی طریقے سے حمایت کرتے رہے ہیں اور ان عناصر کو قائم و دائم رکھنے میں ان کا زبردست اور بااختیار ہاتھ کام کر رہا ہے چنانچہ ہماری حکومت کا ایک اہم شعبہ پچھلے چند سالوں سے مسلسل اس نعرے کی حمایت پر ہر قسم کی توانائی خرچ کر رہا ہے اور ستم ظریفی یہ ہے کہ اس محکمہ کی فراہم کردہ اطلاعات ہماری حکومت کی پالیسیوں کی بنیاد بنتی ہے۔ اس بناء پر سیاہ کو سفید اور سفید کو سیاہ بنایا جا رہا ہے۔ اس طریقہ سے محبِّ وطن لوگوں کو حکومت کا دشمن بنا کر یہ کارروائی شب و روز تیز تر کی جا رہی ہے۔

چنانچہ اس خطرناک ڈرامے کا ایک ایک اور اہم پہلو یہ بھی ہے کہ ان سرکاری ملازمین نے جناب قائدِ کشمیر جیسی محبِ پاکستان شخصیت جو کہا کرتے تھے کہ میں پہلے پاکستانی ہوں پھر کشمیری اور حکومت پاکستان کے درمیان اس درجہ منافرت پھیلائی کہ اگر قائد مرحوم کہتے کہ "خدا ایک ہے" تو حکومت نے دو خدا کہہ کر اس عالمگیر سچائی سے انکار کر دیا تھا یہاں تک کہ ملّتِ اسلامیہ کی وہ متاعِ عزیز اور پاکستانی قوم کا محسنِ اعظم جب اس دنیا سے رخصت ہؤا تو صدر ایوب کی یہ کوشش بتائی گئی کہ مرحوم کے جسدِ خاکی کو کسی عام قبرستان میں دفن کیا جائے تاکہ کسی خاص اور ممیز مقام پر مدفون نہ ہونے پائیں۔ انجمن فیض الاسلام اگر ہمت و فراست کا مظاہرہ نہ کرتی تو پاکستان کی بارہ کروڑ ملّتِ اسلامیہ کی پیشانی پر بدنمائی کا ابدی داغ ثبت ہو جاتا اور ساتھ ہی ریاست میں تحریک الحاق پاکستان کو ناقابل تلافی نقصان پہنچتا اور غالباً حکومت کی کارروائی کا مقصد بھی یہی ہوگا۔ مختصر یہ کہ اس خطرناک تحریک کے محرکات بالکل وہی ہیں جو پاکستان کی اسلامی اساس کو منہدم کر کے اسے پارہ پارہ کرنے کا باعث بننا چاہتے ہیں اور اس طرح پاکستان کو ختم کرنے کی آرزوؤں کی تکمیل چاہتے ہیں

(باقی صـ۱۲ پر)

کیا علماء معاشی انقلابات کی رہنمائی کر سکتے ہیں؟

مولانا سیّد ابوالنظر رضوی، امروہوی

فاضلِ محترم حافظ نذیر احمد صاحب پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور نے "آفاق" کے ذریعہ میرے مذکورۃ الصدر سوال کے بارے میں اپنے سنجیدہ خیالات کا اظہار فرمایا ہے جسے دیکھ کر مجھے بڑی مسرت ہوئی۔ چونکہ سوال مبہم تھا اور "غالباً" انہوں نے میرے اُن بیانات کا بھی مطالعہ نہیں فرمایا، جو "آفاق" سے پہلے روزنامہ "جنگ" (کراچی) میں شائع کرائے گئے تھے۔ اس لئے پروفیسر صاحب موصوف کو ایک الجھن سے گذرنا پڑا۔ مَیں اپنے محترم کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ اسلامی جماعت سے خطاب نہ پاپائیت کے تصوّر سے آلودہ تھا نہ اُسے ملامت کا نشانہ بنانے سے وابستہ۔ علماء کرام کے قدیم طرزِ فکر پر تنقید، تخریب پسندی اور ان کے مذہبی وقار کو مٹانے سے بالکل مختلف چیز ہے۔ دونوں میں خطِ فاصل نہ کھینچنے والے اجتماعی تعمیر کے فرائض انجام نہیں دے سکتے۔ اور میرا یہ ہرگز مقصد نہیں۔

روزنامہ "جنگ" (کراچی) کے ذریعہ مَیں نے دوسرے مفکّرینِ اسلام کو بھی خطاب کیا تھا۔ مگر پھر اجتماعی مفاد کے نقطۂ نظر سے دائرۂ استفہام کو محدود کر دیا گیا۔ اسلامی جماعت پاکستان کی سب سے بڑی جماعت ہونے کی مدعی ہے اور ایسی جماعت جو اپنے صدہا کارکنوں کے ذریعہ مذہبی تصوّر ہی کو سیاسی غلبہ دے سکنے کی جد و جہد میں لگی ہوئی ہو۔ اس لئے اس کا "اصلِ دین" اور دین و شریعت کے باہمی امتیاز پر بحث و گفت گو کرنا مسلم نوجوانوں کے دل و دماغ پر جو فیصلہ کن اثر ڈال سکتا تھا، وہ کسی دوسری صورت سے ممکن نہیں۔ شخصی بحث و گفتگو سے اجتماعی نتائج بہت ہی کم نکلا کرتے ہیں۔ ورنہ مَیں نہ صرف سیاسی، معاشرتی، اقتصادی جمہوریت ہی کا قائل ہوں بلکہ ذہنی آمریت کو بھی پسند نہیں کرتا۔ نہ کسی جماعت کے لئے نہ کسی قابل ترین شخصیت کے لئے۔

محولہ بالا سوال سے میرا مدّعا صرف یہ تھا کہ ہمارے علماء اور مفکرینِ اسلام بنیادی طور پر یہ سوچ سکنے کی طرف مائل ہو جائیں کہ وہ قدیم طرزِ فکر جس نے پچھلے جاگیرداری نظام کو اپنی تمام کمزوریوں کے باوجود سنبھالا اور ہمہ گیر نفع بخشیوں کی سمت آگے بڑھایا تھا۔ آج کے صنعتی انقلاب، علمی ارتقاء، تمدنی سانچہ اور معاشی زندگی کے نئے پلٹے کو سنبھالنے اور آگے بڑھانے کے قابل بھی ہے یا نہیں۔

مذہب کی بنیادی جد و جہد اخلاقی قدروں پر نظامِ زندگی بنانا تھا۔ مگر آخری پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کے چند سال بعد ہی سے آپ مطالعہ کر رہے ہوں گے کہ مسلسل تاریخی تباہیوں کے باوجود آج تک انسانیت پیغمبرانہ شاہراہ سے دُورتر ہی ہوتی جا رہی ہے — ثبات و استقلال اگر کسی چیز کو ہے تو باطل کو، ورنہ حق کا تصوّر تو ہر موڑ پر پیچھے ہٹتا اور ہر ٹکراؤ پر شکست کھاتا چلا جا رہا ہے۔ "وَمَا اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ" (مخالف پارٹی معاشی زندگی میں زمین کے کسی خطّہ پر بھی ہماری طاقت کو درماندہ نہیں بنا سکتی) کے قرآنی دعوے کے باوجود خود آپ ہی نے جو قرآنی آیت تحریر فرمائی ہے۔ وہ بھی حق کی نشانی "ثباتِ ارضی" کے سوا کسی دوسرے پہلو کو نہیں بتاتی۔ تو کیا باطل ہی حق تھا؟ جسے پوری معاشی زندگی میں ثبات و استقلال نصیب ہُوا اور جو تنہا تمدنی ارتقاء کا ضامن ہے۔ یا قرآن کی روشنی میں حق و باطل کے معیاری تصوّر ہی پر دوبارہ غور کرنا پڑے گا۔ میرا جواب اثبات میں ہے لیکن جو شخص نفی میں جواب دینا چاہتا ہو اُسے میری دعوتِ فکر قبول کر لینا چاہئے۔ ؎

"بیا در بید گر این جا بود، سخن دانے"

آپ یہ نہ خیال فرمایئے کہ آئین سازی یا قوانینِ شریعت کی ساخت پر مجھے کچھ عرض کرنا ہے کیونکہ مَیں براہِ راست دینِ الٰہی، ابدی قانون اور بنیادی تصوّرِ زندگی پر بحث چھیڑنا اور فیصلہ کن طور پر مفاد پرستانہ راہ اختیار کر لینے والی انسانیت کے لئے وحی کے ذریعۂ علم سے دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ کیا اُس کا تمامتر سرمایہ اخلاقی وعظ اور اخلاقی احساسات کو بیدار و متوازن بنانے والے چند عقائد و رسوم ہی تھے۔ یا وُہ کائناتی قانون، تاریخی قانون اور دونوں کا باہمی ربط و تعلّق بتاتے ہوئے اُن تمدّنی علوم کو بھی تنقیدی معیار سپرد کر سکتا ہے۔ جن سے بین الاقوامی انسانیت رہ نمائی کی توقعات قائم کرتی چلی جا رہی ہے گویا کہ اخلاقی قدروں سے بے نیاز اور مفاد پرستی میں گرفتار انسانیت کے مادی علوم، اگر وحی کے ذریعۂ علم سے تجرباتی اور علمی رنگ میں رہ نمائی کا مطالبہ کریں تو اُس کی تشنگی بجھائی جا سکتی ہے یا ہر دوسرے مذہب کی طرح صرف انفرادی و اجتماعی اخلاق درست کر لینے ہی کا مطالبہ کیا جاتا رہے گا۔ یہ مطالبہ غلط نہ تھا۔ مگر انسانیت کی تخریب پرستانہ فطرت کی طرف سے مطالبہ ہے کہ اگر انسانی علم و تجربہ سے بہتر کوئی ذریعۂ علم ہو تو اُسے چیلنج قبول کر لینا چاہئے۔

ہمہ داں خدا کی رہ نمائی کا محفوظ ترین اور پاک و صاف سرچشمہ قرآن ہے۔ کیا قرآن کے تیس پارے جواب دے سکتے ہیں یا نہیں۔ جواب صاف صاف "ہاں اور نہیں" میں ہونا چاہئے۔ مبہم تصوّرات و توقعات ہمارے نوجوانوں میں وہ "یقینِ محکم" نہ پیدا کر سکیں گے جو سب کچھ قربان

کرنے پر آمادہ کر سکے۔

اگر جواب اثبات میں ملا۔ جو ہر مسلمان کی توقع کا آئینہ دار ہے تو ہم قرآن ہی کی روشنی میں ہر انسانی نظامِ زندگی پر تابناک تنقید کرنے کے قابل ہو جائیں گے۔ ورنہ قدیم طرزِ فکر کو یکسر بدل دینا پڑیگا۔

آپ کا خیال ہے اور اپنی جگہ پر ایک معنویت بھی رکھتا ہے کہ "اسلام کو اس کی پوری صورت میں قبول کرنا ہوگا"!

مگر جب تک خود اسلام کا تصوّر صاف نہ ہو جائے کہ وہ صرف اخلاقی قدروں پر نظامِ زندگی بنانے کے مطالبہ کا نام ہے یا ایسا نظام بنا سکنے کے راستہ میں مفاد پرستانہ فطرت جتنی مشکلات صدیوں سے پیدا کرتی چلی جا رہی ہے انہیں دور کر کے غلبہ حاصل کرنے کا طریقہ بھی بتا سکتا ہے —— اس وقت تک مکمل و نامکمل اسلام قبول کرنے نہ کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

تیرہ صدیوں سے تمام مسلمان قومیں، اپنے اپنے ممالک میں کیا اسلام کو پورے طور پر قبول کرتی آئی ہیں یا نہیں۔ اگر جواب حسب قاعدہ نفی میں ہو اور یہ جانتے ہوئے کہ تمام پچھلی تاریخ کا بڑا حصہ حکومتی طور پر فقہ اسلامی ہی کے تمدّنی نظام کی گرفت میں رہا ہے تو پھر آج اسلامی آئین بنا دینے، نظامِ شرعی قائم کر دینے اور نئی "فتاوٰی عالم گیری" مرتب کر لینے سے کیا ہم تاریخ کا وہ ورق اُلٹ سکتے ہیں جو آج تک نہ آئینی راہ سے اُلٹا جا سکا، نہ علماء کی درس و تدریس اور نہ صوفیاء کے ذکر و اشغال سے۔ اگر قدیم طرزِ فکر کی پابندی کرتے ہوئے اسلام کے تصوّرِ زندگی کو اتنا پُرکشش بنا لینے کی کوئی راہ پیدا کر لی گئی ہو، جو تمام پچھلی تاریخ سے بازی لے جا سکے تو اُسے عوام کے سامنے آنا چاہئے۔ مطالبات کا نام "کُتُب قیّمہ" (سنوارنے اور زندگی کو پُر رونق بنانے والے پروگرام) نہیں رکھا جا سکتا —— پوری انسانی تاریخ کو ایک ہی قانونِ حیات میں منسلک کر دینے والا نظریہ

امریکن سرمایہ داری اور اشتراکیت کے "دامِ ہمرنگ زمیں" سے نجات دلا سکتا ہے۔ آرزوؤں کے کھیل میں کبھی یہ طاقت نہ پیدا ہو سکے گی۔ آپ کا یہ خیال بالکل درست ہے کہ ہر تاریخی تقاضا پر ایک ہی پروگرام نہیں رکھا جا سکتا۔ لیکن ایسا بنیادی تصوّر تو بتانا ہی پڑے گا جس کی روشنی میں ہم تاریخ کے ہر موڑ سے بآسانی گذر سکتے ہوں۔ کیا وہ بنیادی تصوّر مطالبۂ اخلاق و نیک عملی کے سوا کچھ نہیں۔ یہ مطالبہ تو وہ "دینِ واحد" ہے جس پر تمام ادیان کا آج تک اتفاق ہے۔ قرآن نے اس دین کے خد و خال میں وہ کون سا رنگ بھرا تھا جس نے اُسے دینِ مکمل کی بلندی سپرد کر دی۔ افراط و تفریط کسی آسمانی کتاب نے کبھی پیدا نہیں کی۔ قرآن اُن کتابوں سے کیوں کر ممتاز ہو گیا۔

مَیں نے یہاں تک جو کچھ عرض کیا۔ وہ میرے زاویۂ نگاہ کا بہت ہی ہلکا سا عکس ہے۔ اگر آپ اس کے متعلق کوئی سلسلۂ کلام چھیڑنا پسند فرمائیں تو مَیں ایک ایک چیز کھول کر عرض کر دوں گا۔

آخر میں یہ بھی عرض کر دینا مناسب ہوگا کہ کئی سال کی مسلسل جد و جہد کے بعد مَیں اُس جدید طرزِ فکر تک پہنچ سکنے میں کامیاب ہو گیا ہوں جو تنہا وحی کے ذریعۂ علم سے نئے نئے تاریخی تقاضوں کو سنبھال سکتا اور بنیادی و ہنگامی سوالات کو حل کر سکتا ہے۔ میرے پاکستان آنے کی وجہ بھی یہی ہے۔ ورنہ مَیں ہندو ازم کے دباؤ سے گھبرا کر پاکستان آنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ میری تصنیف کا نام "قرآن اور اس کا نظامِ ارتقاء" ہے۔ جس کی پہلی جلد عالیجناب شعیب صاحب قریشی سابق وزیرِاعظم بھوپال کراچی لے آئے تھے۔

یہ بھی بتا دینا چاہتا ہوں کہ اگر آپ کا طرزِ تحقیق و جستجو قدیم طرزِ فکر کو موجودہ مسائل حل کرنے کے قابل ثابت نہ کر سکا۔

تو مَیں اپنی "دماغی اُپج" کو واپس لے لوں گا کیونکہ پھر کسی انقلابی ذہن کے بغیر، مسلمانوں ہی کا نہیں بلکہ انسانیت کا مستقبل روشن ہو جانے کے امکانات پیدا ہو جائیں گے۔ مذہبی ذہن کے بارے میں جو غلط فہمیاں عام طور پر پھیلی ہوئی ہیں۔ وہ اپنی موت مر چکی ہوں گی۔ یہی چیز انسانی شعور و تجربہ کو اُلجھا رہی تھی۔ جب رکاوٹ ہی باقی نہ رہے تو انسانی جد و جہد سے تیز رفتاری کو کوئی پارٹی بھی علیٰحدہ نہ کر سکے گی۔

بقیہ: آزاد کشمیر کو۔۔۔۔

خود مختاری کے اس خاص نظریے کے متعلق جس کا آغاز سردست کشمیر سے ہوتا ہے سب سے پہلے جس بات کو مدِ نظر رکھنا چاہئے وہ یہ کہ خود مختاری کس علاقے سے مانگی جا رہی ہے؟ فرضی طور پر سہی کیونکہ کہنے والے یہ بھی کہتے ہیں کہ صاحب "ہم تو اپنے سے کہیں زیادہ عقلمند بھارت اور اینگلو امریکیوں کو بے وقوف بنا رہے ہیں۔ ہم مسلمان ہیں اور بالآخر پاکستان کے سوا کہاں جا سکتے ہیں"؛ اور پاکستانی مسلمان یہ سمجھتا ہے کہ کتنے اچھے مسلمان ہیں کافروں کو دھوکا دے رہے ہیں حالانکہ کون نہیں جانتا کہ یہ فریب کس کو دیا جا رہا ہے؟ بہرحال جس علاقے کے لئے مانگی جا رہی ہے اس کی تفصیل ذرا ملاحظہ فرمایئے تاکہ صحیح پوزیشن معلوم ہو سکے۔ اس تجویز پر عمل درآمد کرنے پر مَیں نے کچھ مشکلات کا اشارۃً اور اجمالی طور پر ذکر کیا ہے۔ بعض باتیں طوالت کے خوف کے باعث چھوڑ دی گئی ہیں۔ مثلاً یہ کہ خود مختاری کی صورت میں آزاد کشمیر کے پاکستان کے ساتھ تعلقات کی صورت کیا ہوگی؟ مہاجرین مقیم پاکستان کی حیثیت کیا ہوگی؟ پاکستان میں فوجی اور سول ملازمت کرنے والے کشمیریوں کی پوزیشن کیا ہوگی؟ آمد و رفت کا طریقِ کار کیا ہوگا؟ وغیرہ وغیرہ۔ کیا اپنے ملک کی طرح ان امور پر عمل کریں گے یا غیر ملکیوں کی طرح اور ہر دو صورتوں میں کیا طریقہ ہوگا؟ ان امور پر غور کرنے سے اس خطرناک تحریک کی ساری قلعی کھل جاتی ہے۔ (باقی آئندہ)

درس قرآن

ہر چیز میں دلیل ہے اس بات کی کہ اللہ تعالےٰ موجود ہے

مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی دامت برکاتہم

(۱۷)

میں عرض کر رہا تھا کہ یہ دلائل آفاقی دیکھنے کے بعد ہر انسان کے دل میں یہ جذبہ پیدا ہوتا ہے کہ اَجلَی البدیہیات، اللہ کی ذات، جو اتنا بدیہیہ ہے ——

بدیہیہ کا معنی ظاہر بلا دلیل کے سمجھ میں آنے والی بات ہے — بھائی! اس وقت آسمان پر سورج ہے کہ نہیں؟ کیا دلیل ہے کہ سورج ہے؟ ایک آدمی کہتا ہے میں نہیں مانتا۔ تو آپ اس کی بات کو مانیں گے؟ آپ کہیں گے جی بے وقوف ہے، پاگل ہے، اندھا ہے۔ اندھا بھی اپنی قوت احساس سے سمجھ سکتا ہے کہ مجھے جو گرمی پہنچ رہی ہے یہ کچھ آسمان پر گرمی کی چیز ظاہر ہو چکی ہے۔ تو جیسے اس وقت سورج اَجلَی البدیہیات ہے اور جیسا کہ میں اکثر کہتا رہتا ہوں امام ابو حنیفہؒ کا شعر ہے

فَفِي كُلِّ شَيْءٍ لَهُ آيَةٌ
تَدُلُّ عَلَى أَنَّهُ وَاحِدٌ

ہر چیز میں دلیل ہے اس بات کی کہ اللہ تعالےٰ موجود ہے اور ہے بھی واحد لاشریک۔

قرآن مجید میں حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کو فرمایا۔ کہ اے میرے حبیب! اگر آپ تعجب کرتے ہیں۔ ان کی اس بات پر کہ یا اللہ یہ تیری ساری دلیلیں دیکھ کر مسلمان کیوں نہیں ہوتے؟ یاد رہے میرے دوستو! انسانیت کے سب سے بڑے خیرخواہ کون ہیں؟ انبیاء علیہم السلام۔ اور پھر سب رسولوں میں سے سب سے زیادہ انسانوں کے خیرخواہ کون ہیں؟ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ قرآن مجید نے حضورؐ کی صفات کیا بیان فرمائیں! لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ○ (التوبہ ۱۲۸) اے انسانو! تمہارے پاس بہت بڑا رسول آیا۔ رَسُولٌ —— یہ تنوین للتعظیم ہے — بہت بڑا رسولؐ تمہارے پاس آیا۔ اور اس رسولؐ کی صفات کیا ہیں تبلیغ کے سلسلے میں؟ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ —— جو چیز تم کو دکھ دے، وہ اس کو پریشان کر دیتی ہے۔ حَرِيصٌ عَلَيْكُم — تمہارے ایمان لانے کے لئے بڑا حریص ہے۔ وہ طائف کے بازاروں میں پتھر بھی کھا کر کہتا ہے "اللہ! میری قوم کو ہدایت دے"۔ وہ رات کو مصلے پر رو کر بھی یہ کہتا ہے۔ "اللہ! میری امت کی مغفرت فرما"۔ وہ عکاظ اور ذوالمجنہ کے بازاروں میں پھرتا ہے۔ اور کہتا ہے —— يَا أَيُّهَا النَّاسُ قُولُوا لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ تُفْلِحُوا ط۔ سب سے بڑے خیرخواہ انسانیت کے کون ہیں؟ انبیاء علیہم السلام —— اور سب نبیوں میں سب سے بڑے خیرخواہ، جن کی زبانِ مقدس نے کبھی بددعا تک نہیں کی وہ کون ہیں؟ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم —— اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جو پیروکار ہیں صحابہؓ، تابعین، تبع تابعین، علماءِ حق، یہ سارے کے سارے مشائخ حق، کیا ہیں؟ انسانیت کے خیرخواہ ہیں۔ چاہتے ہیں کہ انسان جہنم میں نہ جائیں۔ کیا پڑی تھی حضرت لاہوریؒ کو کہ پینتالیس سال لاہور میں بیٹھ کر قرآن کا درس دیا۔ بتا دیا جائے، میں آج بھی کہتا ہوں لاہور سارے سے کہتا ہوں، بتا دو پینتالیس سال کے عرصے میں حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے کسی سے ایک پیسہ بھی مانگا ہے۔ لیکن کیا کیا؟ قرآن مجید سنایا۔ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حدیثیں سنائیں، خطبات میں تقریریں کیں، کس لئے کیں؟ کہ لاہور جہنم سے بچ جائے، مسلمان جہنم سے بچ جائیں، اللہ کی مخلوق خدا سے جا ملے۔ حضرت لاہوریؒ رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ ایبٹ آباد تشریف لائے۔ ہمارے ہاں دھمتوڑ ایک قصبہ ہے پرانا، جہاں فیضی کی قبر ہے۔ اکبر اسی علاقے سے گذرا کرتا تھا۔ تو وہاں ایک جگہ ہے دیکھنے کی، سیر کی۔ تو میں نے عرض کیا۔ "جی عصر کے بعد کچھ دوستوں نے کافی موٹروں وغیرہ کا انتظام کیا ہے کہ وہاں حضرتؒ کو لے جائیں گے، اور وہاں سے چائے پی لیں گے تو ہمیں بھی خوشی ہو گی۔ (کیونکہ سارا دن حضرتؒ لوگوں کے ساتھ بیٹھے رہے، بیعت کرتے رہے، تلقین کرتے رہے) تو میں نے عرض کیا کہ حضرت! اگر آپ تشریف لے جائیں تھوڑی دیر کے لئے تو ذرا دماغ کی طراوت بھی ہو جائے گی، فارغ البالی بھی ہو جائے گی اور وہ منظر آپ دیکھ لیں گے"۔ —— تو فرمایا "بھائی! میں تو اللہ کا نام بتانے کے لئے آیا ہوں، سیر کرنے کے لئے نہیں آیا"۔ —— کیا سمجھے آپ؟ —— میں ہوتا تو کہتا "بالکل ٹھیک ہے، مچھ چائے کا بندوبست بھی کرنا، روٹی بھی رات کی وہیں کھائیں گے، شام اوتھے ای پڑھساں" —— حضرتؒ فرماتے ہیں "بھائی! میں تو خدا کا نام بتانے کے لئے آیا ہوں، سیر کے لئے نہیں آیا —— نہیں گئے پھر، انکار کر دیا، کہ جتنی دیر میں یہاں بیٹھوں گا اللہ کے بندوں کو خدا کا نام بتاؤں گا تاکہ یہ جہنم سے بچ جائیں۔ تو کیا لیا انہوں نے؟ کیا لیا علامہ ہجویریؒ نے؟ کیا لیا خواجہ غریب النوازؒ اجمیری نے؟ کیا لیا دوسرے مشائخ نے؟ بھئی بتا کہ اس کفرستان ہند میں لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ ط پڑھایا۔ آج بھی جو علماءِ حق در بدر پھر رہے ہیں۔ وہ کیا چاہتے ہیں؟ وہ یہ چاہتے ہیں کہ مجھ جیسے گنہگار اللہ کے

عذاب سے بچ جائیں۔

فرمایا۔ وَ اِنْ تَعْجَبْ۔ اے میرے حبیبؐ! اگر آپؐ کو تعجب ہے کہ یااللہ! یہ تیری بات کیوں نہیں مانتے؟ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم تعجب کرتے ہیں، ہر انسان تعجب کرتا ہے حق پرست، حق کا پرستار، یااللہ! یہ تیری باتوں کو کیوں نہیں مانتے؟ فرمایا۔ وَ اِنْ تَعْجَبْ۔ اگر تجھ کو تعجب ہو تو تجھے ایک اور بات بتاؤں فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ۔ ان کا یہ کہنا اور بھی عجیب ہے۔ ءَ اِذَا کُنَّا تُرَابًا۔ جب ہم مر جائیں گے، اور پھر مٹی ہو جائیں گے، ءَ اِنَّا لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ۔ کیا پھر ہم کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا؟ یعنی یہ بھی تعجب ہے لیکن اس سے بڑے تعجب کی بات تو یہ ہے اَجَلَّ البُدِیْهِیَات کا انکار کرنا تو تعجب ہے ہی — میرے حبیبؐ! یہ بھی تعجب کی بات ہے اتنی واضح چیز کا انکار کر دینا۔ بدیہیات میں سے ہے اللہ تعالٰے کا وجود۔ (باقی آئندہ)

بقیہ: مجلس ذکر

برائیاں نہ بھی کر سکتے ہوں انہیں بھی برائی کرنے کا موقع ملتا ہے۔ ہالی وُڈ کی فلمیں دیکھ کر ہمارے ہاں اُچکے بدمعاش، ڈکیت پیدا ہو رہے ہیں۔ اور پھر یہ ہے کہ وہاں مصنوعی جنگیں دکھاتے ہیں، مصنوعی بینک لوٹتے ہیں۔ یہاں حقیقتاً بینک لوٹ ڈالتے ہیں۔ ترغیب وہ کم بخت دیتے ہیں، عمل یہ شیاطین کرتے ہیں، وہ شیاطین الانس والجن بلکہ سمجھئے کہ اس وقت ابلیس اعظم ہے امریکہ اور ساری دنیا کے اندر ابلیسیت اور شیطنت پھیلاتا ہے۔ اس کے خوشہ چینوں میں مسلمان بھی ہیں، ہندو بھی ہیں، عیسائی بھی ہیں، سکھ بھی ہیں، بدھ مت کو ماننے والے بھی ہیں۔

امن اللہ کے قانون سے قائم ہوگا

دنیا میں امن اسلام، قرآن اور خدا قائم کر سکتا ہے جس نے اس کائنات کو بنایا۔ اس کے قانون کو جو مٹائے گا وہ خود مٹ جائے گا۔ اللہ کا قانون قیامت تک قائم دائم رہے گا۔ اللہ تعالیٰ اس قانون کے ساتھ ہمیں وابستگی نصیب فرمائیں اور اگر اللہ کے قانون کو چھوڑا تو ظَهَرَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ، خدا کے پاس خشکی، تری سب کو نیست و نابود کرنے کی طاقت اور توانائی ہے چنانچہ آپ دیکھ لیجئے عاد و ثمود کی قومیں اور بستیاں کہاں گئیں؟ قومِ موسیٰؑ قومِ ہودؑ، قومِ نوحؑ کہاں گئی؟ سب کا بیڑا غرق ہوا۔ ایک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت باقی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے قیامت تک باقی رکھے گا، اللہ تعالیٰ اس دین کو اپنانے کی، اپنے اوپر جاری و ساری کرنے کی، اپنے گھروں کے اندر، بازاری اور کاروباری زندگی میں رائج کرنے کی اور سب سے زیادہ حکومت میں اس کو قائم کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

اسرائیل کی بربریت

امریکہ بدترقسم کی نسل پرستی اور نازیت پرستی پر اُتر آیا ہے

امریکہ کی طرف سے اسرائیل کو فینٹم طیاروں کی امداد اور اس کی جائز و ناجائز طرفداری کے باعث مشرق وسطیٰ کے حالات ابتر ہو رہے ہیں اور اسرائیلی غاصبوں نے بیت المقدس کے بعد بیت اللہ اور روضۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ناپاک نگاہیں مرکوز کر رکھی ہیں۔

معاصر جنگ کراچی نے مشرق وسطیٰ کی تازہ ترین صورت حال پر بلیغ انداز میں تبصرہ کیا ہے۔ جسے قارئین خدام الدین کی خصوصی توجہ کے لیے شکریہ اشاعت کیا جاتا ہے (ادارہ)

مشرق وسطیٰ کے مسائل سے پاکستان براہِ راست دل چسپی لیتا رہا ہے اور اس نے اسرائیل کے خلاف عربوں کو ہر ممکن مدد پہنچانے کی کوشش کی ہے۔ اقوام متحدہ میں عربوں کا مقدمہ پیش کرنے اور ان کی طرف سے لڑنے میں وہ ہمیشہ پیش پیش رہا ہے رباط میں ہونے والی مسلم سربراہ کانفرنس کو کامیاب بنانے میں بھی اس نے ایک موثر کردار ادا کیا تھا۔ تمام مسلمان اور عرب ملکوں کے ساتھ دوستی اور تعاون پاکستان کی خارجہ پالیسی کا ایک اہم اور بنیادی حصہ ہے۔ لیکن اردن کے ساتھ پاکستان کی ہمدردی خاص طور پر اس وجہ سے بھی رہی ہے کہ جون ۱۹۶۷ء کی جنگ میں اردن عربوں کا کمزور ترین محاذ ثابت ہوا تھا۔ اُسے سب سے زیادہ جانی و مالی نقصان برداشت کرنا پڑا۔ دریائے اردن کے مغربی کنارے کے علاقے پر اسرائیل کے قبضے اور یروشلم کے ہاتھ سے نکل جانے کی وجہ سے اردن کو زبردست اقتصادی بحران سے دو چار ہونا پڑا۔ پہلے ہی فلسطینی مہاجرین کی سب سے زیادہ تعداد اردن کی سرزمین پر آباد تھی۔ ۱۹۶۷ء کی جنگ کے بعد اسرائیلی مقبوضہ علاقوں سے عربوں کی بہت بڑی تعداد ہجرت کر کے اردن میں داخل ہونے پر مجبور ہو گئی۔ اس پر مزید ستم یہ کہ اسرائیل مسلسل بڑی اور فضائی حملے کر کے اردن کو نقصان پہنچاتا رہا ہے۔ الفتح کا ہیڈ کوارٹر بھی اردن ہی میں ہے اور عرب چھاپہ مار اس محاذ پر پوری طرح سرگرم رہے ہیں۔ یہ چھاپہ مار سرگرمیاں اسرائیل کو گولہ باری کرنے اور شہری آبادیوں پر نیپام بم گرانے تک کا بہانہ فراہم کرتی رہی ہیں۔ اردن اب بھی اپنی فضائیہ اور فوجی طاقت کے اعتبار سے اس قدر پیچھے ہے کہ وہ تنہا اسرائیل کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

ان حالات میں اردن کے ساتھ دُنیا کے ہر مسلمان کی ہمدردیوں کا وابستہ ہونا ایک لازمی اور فطری بات ہے۔ خصوصاً بیت المقدس کی واپسی تو صرف اردن اور عربوں ہی کا مسئلہ نہیں ہے۔ بلکہ تمام مسلمان ملکوں کا اپنا مسئلہ ہے۔ اسی کی خاطر مسلم سربراہوں کی اکثریت رباط کی تاریخی کانفرنس میں شرکت کر چکی ہے اور انہوں نے متفقہ طور پر آزادیٔ فلسطین کی حمایت کی اور اس تحریک کے رہنما یاسر عرفات کو بھی کانفرنس میں شرکت کا موقع دیا۔ ان حالات میں اگر دنیا کے مسلمان ممالک عربوں کو کسی طرح کی کوئی مدد پہنچاتے ہیں تو وہ اس معاملے میں پوری طرح حق بجانب ہیں۔ پاکستان عرب ممالک کے ساتھ اقتصادی و تجارتی تعلقات بھی استوار کرتا ہے اور فوجی و فنی تربیت کے سلسلے میں بھی ان سے تعاون کر رہا ہے۔ لیکن نیویارک ٹائمز نے اردن کی فوجی تربیت کے سلسلے میں پاکستان کی امداد کو ایک غلط رنگ دینے کی کوشش کی ہے اور انتہائی مبالغہ آمیز باتیں شائع کی ہیں۔ اپنے بیروت کے نمائندے کے حوالے سے اس امریکی جریدہ نے یہ لکھا ہے کہ پاکستان نے خفیہ طور پر اسرائیل کے مقابلے پر اپنی پوری ایک انفنٹری رجمنٹ اردن میں پہنچا دی ہے۔ اس کے علاوہ فوجی تربیت کے سلسلہ میں پاکستان کے جو ماہرین اردن میں موجود ہیں ان کی تعداد کو بھی بڑھا چڑھا کر پیش کیا گیا ہے۔ اسلام آباد میں ایک سرکاری ترجمان نے اس رپورٹ کو انتہائی مبالغہ آمیز قرار دیتے ہوئے یہ کہا ہے کہ گزشتہ چند سالوں سے پاکستان، اردن اور بعض دوسرے عرب ممالک کو فوجی تربیت کے سلسلے میں اپنے وسائل کے مطابق محدود پیمانے پر امداد بہم پہنچا رہا ہے۔ باخبر ذرائع سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ سعودی عرب میں بھی پاکستان کے فوجی مشیر موجود ہیں۔ لیبیا نے بھی پاکستان سے فوجی مشیر بھجوانے کی درخواست کی تھی۔ اس وقت آٹھ افراد پر مشتمل پاکستان کا جو فوجی مشن لیبیا کا دورہ کر رہا ہے۔ اس کا مقصد فوجی تربیت کے سلسلے میں لیبیا کی ضروریات کا جائزہ لینا ہے۔ پچھلے دنوں فرانس نے لیبیا کو پچاس میراج طیارے دینے کا فیصلہ کیا تھا تو اسرائیل کی حامی طاقتوں اور ان کے سارے پریس نے اس کے خلاف ایک زور دار مہم کا آغاز کر دیا تھا۔ اب پاکستان کی اس محدود امداد کو، جس کا تعلق فوجی تربیت سے ہے غلط رنگ میں پیش کر کے ایک نیا شوشہ چھوڑنے کی کوشش کی گئی ہے اور یہ سب کچھ اس صورت میں کیا جا رہا ہے جبکہ خود امریکہ کے شہری اور ماہرین براہ راست عربوں کے خلاف اسرائیل کی طرف سے جنگ میں حصہ لے رہے ہیں اور امریکہ کی جانب سے بڑے پیمانے پر اسرائیل کو اقتصادی امدادیں جا رہی ہے اور اسلحہ فراہم کیے جا رہے ہیں۔ امریکہ کے پچاس فینٹم طیاروں نے جو قیامت برپا کر رکھی ہے۔ اس سے دنیا اچھی طرح واقف ہے کہ ابتداء میں اسرائیل کے ہوائی حملے صرف اسلحہ کے ذخائر اور فوجی اڈوں تک محدود تھے لیکن اب وہ ان کے دائرے کو بتدریج وسیع کرتا جا رہا ہے۔ پچھلے دنوں اس نے قاہرہ کی مضافاتی بستیوں کو نشانہ بنایا تھا اور اب اس کے تازہ حملے مصر کے

عام کارخانوں تک پہنچ گئے ہیں۔ اس دفعہ امریکہ کے بمبار فینٹم طیاروں نے قاہرہ سے دس میل دور ابو سمبل کے مقام پر ایک فولاد کے کارخانے کو نشانہ بنایا۔ جس کی وجہ سے ستر مصری مزدور ہلاک ہو گئے اور زخمیوں کی تعداد اس سے کئی گنا زیادہ ہے۔ ۱۹۶۷ء کی جنگ کے بعد پہلی بار اسرائیلی حملے سے شہریوں کی اتنی بڑی تعداد ہلاک اور زخمی ہوئی ہے۔ اسرائیلی وزیر جنگ موشے دایان نے اسرائیل کا دورہ کرنے والے امریکیوں کے ایک اجتماع میں تقریر کرتے ہوئے دھمکی دی ہے کہ یہ حملے اُس وقت تک جاری رہیں گے۔ جب متحدہ عرب جمہوریہ جنگ بندی کو قبول نہ کر لے۔ امریکہ نے بھی اس اسرائیلی حملے کی مذمت کی ہے لیکن ساتھ ہی اس نے ۱۹۶۷ء کی جنگ بندی پر زور دے کر در اصل اسرائیلی مؤقف ہی کی حمایت کی ہے۔ اسرائیل صرف جنگ بندی سے تعلق رکھنے والی قرار داد پر عمل کرنا چاہتا ہے اور اس قرار داد کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہے۔ جس میں اس سے مقبوضہ علاقوں کے خالی کرنے کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ اسرائیل کا اصل مقصد طاقت کے بل پر سرحدوں کو تبدیل کرنے اور ان کا ازسرِ نو تعین کرنے کے سوا کچھ نہیں ہے۔ وہ اردن کے مغربی کنارے غازہ کی پٹی اور گولان کی پہاڑیوں کو کسی صورت میں چھوڑنے کے لیے تیار نہیں۔ وہ ان کو پہلے ہی اپنی حفاظتی سرحدوں کا نام دے چکا ہے امریکہ اسرائیل کے اس ظالمانہ اور جارحانہ مؤقف کی پوری طرح حمایت کر رہا ہے اور مزید ایک سو لڑاکا طیارے فراہم کرنے پر غور کر رہا ہے۔ صدر نکسن نے روسی نوٹ کا جواب دیتے ہوئے بھی صاف طور پر یہ کہا ہے کہ ضرورت پڑنے پر اسرائیل کو مزید امداد دی جائیگی اسرائیل کے حامیوں کے نزدیک لیبیا کو طیارے دینا بھی ایک بہت بڑا ظلم ہے عربوں کے لیے روس کی فوجی امداد اور اسلحے بھی طاقت کا توازن بگڑ جاتا ہے اور پاکستان کا اپنے دوست مسلمان ملکوں کی فوجی تربیت میں حصہ لینا بھی قابل اعتراض ہے۔ لیکن اسرائیل کو اس قدر فوجی امداد دینا اور اتنے طیارے فراہم کرنا کہ وہ شہری آبادی اور کارخانوں پر حملے شروع کر دے۔ ان کے نزدیک کوئی زیادتی نہیں ہے۔ اب تک عربوں نے صرف اپنا دفاع کیا ہے اور ان کے حملے صرف اسرائیل کے فوجی اڈوں اور تنصیبات تک محدود رہے ہیں۔ لیکن اسرائیل گزشتہ چند ہفتوں سے شہری آبادیوں کے بالکل قریب پہنچ کر حملے کرتا رہا ہے اور اب اس نے فولاد کے مصری کارخانے پر حملہ کر کے اپنی اشتعال انگیزی کو آخری حد تک پہنچا دیا ہے اگر اس کے جواب میں متحدہ عرب جمہوریہ نے بھی اسرائیلی شہروں اور کارخانوں پر بمباری شروع کر دی تو فوراً ہی وسیع پیمانے پر جنگ کا آغاز ہو جائے گا۔

روس جو اب تک مشرق وسطیٰ کے سیاسی تصفیے کی کوشش کرتا رہا ہے اور عرب ممالک کو اسرائیل کے خلاف بڑے پیمانے پر کارروائی کرنے سے روکتا رہا ہے۔ اس کے لیے صرف یہی ایک راستہ رہ جائے گا کہ وہ عربوں کو زیادہ سے زیادہ خطرناک اور مہلک اسلحہ فراہم کرے اور مسلمان ملکوں کے لیے بھی یہ ممکن نہیں رہے گا کہ وہ اس جنگ سے اپنے آپ کو الگ رکھ سکیں۔ امریکہ اس وقت ایک جارح اور غاصب ملک کی حمایت کر رہا ہے۔ اسرائیل کو وجود میں لانے کا سہرا بھی امریکہ ہی کے سر ہے۔ اور اب اسرائیل کی جارحیت و توسیع پسندی کو بھی امریکہ کی حمایت حاصل ہے۔ اس کے نتیجے میں اب اگر کوئی بڑی جنگ چھڑ گئی تو اس کی براہ راست ذمہ داری امریکہ اور اسرائیل پر عائد ہوگی۔ گزشتہ جنگ عظیم میں امریکہ نے اتحادیوں کے ساتھ مل کر نازی ازم کو ختم کر دیا۔ تھا۔ لیکن کتنی عجیب بات ہے کہ آج وہ اس سے زیادہ بدتر قسم کی نسل پرستی اور نازیت کی سرپرستی اور حمایت پر اتر آیا ہے

بقیہ بنات اسلام

اس عالم ناسوت کی چند روزہ زندگی کے عوض اللہ تعالےٰ نے اسے جنت کی ابدی زندگی عطا کر دی ہے اس کے باوجود اگر تو چاہے تو میں دعا کروں۔ اللہ تعالےٰ تجھے جنت میں تیرے بچے کا مقام دکھا دے تو اپنی آنکھوں سے اسے جنت میں راحت اور آرام کی زندگی گزارتا دیکھ لے۔ یہ سن کر حضرت ام المومنین نے کہا۔ حضور۔ مجھے اعتبار آ گیا۔ یقین ہو گیا۔ پاس والوں نے سوال کیا۔ کہ کیوں نہ جنت دنیا میں دیکھ لیتیں اور اس کا مقام بھی دیکھ لیتیں۔ کہنے لگیں کہ اس طرح مجھے اپنی آنکھوں پر یقین ہوتا۔ حضور کی بات کا یقین تو نہ ہوتا (اللہ، اللہ)

پس اصل ایمان ہی اس کا نام ہے کہ جو بات زبانِ قدس سے نکلے اس پر یقین ہو جائے۔ مومن کی شان ہی یہی ہے کہ پروردگارِ عالم کے احکام کو حضور نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زبان مبارکہ سے سن کر سچا یقین کر لے اسی میں اس کی فلاح ہے۔ اسلام لانے کا مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے احکام کے آگے سرِ تسلیم خم کر دے اور اطاعت، محبت کے رنگ میں کرے۔ بہانہ جُو نہ بنے، اگر اطاعت خلوص اور محبت سے خالی ہے تو وہ مردود ہے قابلِ پذیرائی نہیں۔ کیونکہ محبت کی دنیا میں چون وچرا کی گنجائش نہیں۔

لیکن جن لوگوں نے اس حکم کی اہمیت کو جو سراسر رحمت کے تقاضے سے دیا گیا ہے نہیں سمجھا اور وہ مغربیت کے زیر اثر اس کی خلاف ورزی کر رہے ہیں وہ اس کے نتائج بھی بھگت رہے ہیں۔

اب میں اپنے مضمون کو ختم کرنے سے پہلے ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ ایک دردمند دل رکھنے والے روحانی بزرگ کی ایک تقریر کا اقتباس بھی درج کر دوں جس میں پردہ کی اہمیت کو واضح کیا گیا ہے۔ فرماتے ہیں :۔

”یہ زمانہ ایسا نازک زمانہ ہے کہ اگر کسی زمانہ میں پردہ کی رسم نہ ہوتی تو اس زمانہ میں ضروری ہونی چاہیئے تھی۔ کیونکہ یہ کلجگ ہے۔ اور زمین پر بدی، فسق و فجور اور شراب خوری کا زور ہے اور دلوں پر دہریہ پن کے خیالات پھیل رہے ہیں اور خدا تعالےٰ کے احکام کی دلوں سے عظمت اٹھ گئی ہے۔ زبانوں پر سب کچھ ہے اور لیکچر بھی فلسفہ اور منطق سے بھرے ہوئے ہیں۔ مگر دل روحانیت سے خالی ہے۔ ایسے وقت میں کب مناسب ہے کہ اپنی غریب بکریوں کو بھیڑیوں کے بنوں میں چھوڑ دیا جائے۔“

مندرجہ بالا اقتباس کا حرف حرف صحیح ہے۔ واقعی زبانوں پر سب کچھ ہے مگر دل روحانیت سے خالی ہیں۔

امام ولی اللہ دہلویؒ

دَورِ حاضر کے امام کا تعارف

محمد مقبول عالم بی اے، جائنٹ سیکرٹری ولی اللہ سوسائٹی پاکستان لاہور

ہمارے زمانے کے اہل علم حضرات امام ولی اللہ دہلویؒ کو جانتے تو تھے، لیکن عوام اُن سے بالکل بے خبر تھے۔ اہل علم حضرات بھی عموماً انہیں "شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ" کے نام ہی سے جانتے تھے۔ یعنی اس حیثیت سے کہ وہ ایک مفسر، محدث اور ولی اللہ تھے لیکن ان کی جامعیت سے ناواقف تھے۔ خصوصاً اس لحاظ سے کہ وہ عمرانیات، معاشیات، سیاسیات، فلسفہ، تاریخ وغیرہ کے بھی ماہر تھے۔ اور انہوں نے اس سلسلے میں نئے افکار و نظریات پیش کئے تھے، وہ افکار و نظریات جنہیں ربوبیتِ الٰہی نے اس دَورِ اجتماعیت کے شروع میں اُن کے ہاتھوں مدوّن فرمایا تھا۔ انہی افکار و نظریات کو "فلسفہ ولی اللّٰہی" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ یاد رہے کہ امام ولی اللہ دہلویؒ کا زمانہ ۱۷۰۳ء سے ۱۷۶۲ء تک تھا۔ یہ اٹھارھویں صدی کی ابتدا تھی۔ اس صدی سے تاریخ عالم میں اجتماعی صنعتی دور کا آغاز ہوا اور اسی میں انقلاب فرانس ہوا۔ بادشاہت کی جگہ قومی جمہوریتیں پیدا ہونا شروع ہوئیں، مشین کی ایجاد ہوئی اور سائنس کے علوم نے ترقی کی۔

حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کے باکمال شاگردوں میں سے حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ کو علوم ولی اللّٰہی سے خاص شغف پیدا ہو گیا اور انہوں نے "حجۃ اللہ البالغہ" اور دیگر کتابوں کا حضرت شیخ الہندؒ کی زیر نگرانی مطالعہ شروع کیا۔ اور حکمت ولی اللّٰہی کی باریکیوں کو بھی سمجھا اور یہ بھی سمجھ لیا کہ آج یہی حکمتِ اسلامیہ ہمارے مسائل کا واحد علاج ہے اور یہی وہ بنیاد ہے جس پر امام ولی اللہ دہلویؒ اور ان کے متبعین مغلیہ سلطنت کے خاتمے کے بعد خلافتِ اسلامیہ قائم کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ اس حکمت کی قدر و قیمت سے واقف ہوئے اور انہوں نے اسی حکمت کی بناء پر شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کو "امام" تسلیم کیا۔ شاہ صاحب نے خود بھی اپنے آپ کو اس دَور کا امام و قائد بتایا تھا اور انہوں نے اس دور کو "دورہ حکمت" یعنی علم و سائنس کے دَور سے موسوم کیا تھا۔ مولانا عبیداللہ سندھیؒ نے حکمتِ ولی اللّٰہی میں خوب مہارت حاصل کی۔ اور انہوں نے اس انقلابی جد و جہد کی بھی رہنمائی کی جو "تحریک ولی اللّٰہی" کی صورت میں جاری تھی۔ اس طرح وہ خود بھی امام انقلاب کے لقب سے ملقب ہوئے۔ اگر کہا جائے کہ مولانا عبیداللہ سندھیؒ ہی وہ بزرگ ہیں جنہوں نے امام ولی اللہ دہلویؒ کو ہمارے لئے دریافت کیا، عوام کو اُن کا تعارف کرایا اور ان کی جامعیت واضح کی، تو بے جا نہ ہوگا۔ مولانا عبیداللہ سندھیؒ نے اُن کے فلسفے کے عمرانی، معاشی اور سیاسی پہلوؤں کو اُجاگر کیا۔ وہ امام صاحب کے فلسفے کے شارح ہیں۔ اور بیسویں صدی میں امام صاحب کے فلسفے کو زمانۂ حال کی زبان میں پیش کرنے والے ہیں۔ خود انہیں اپنی انقلابی جدّ و جہد میں بکثرت تجربات و مشاہدات سے گزرنا پڑا اور دوسرے ملکوں بالخصوص روس اور ترکی کے انقلابات کو بچشمِ خود دیکھا۔ ان حالات کے پیشِ نظر انہیں عملی طور پر حکمت ولی اللّٰہی کی افادیت پرکھنے کا موقع بھی ملا اور اس طرح وہ بقولِ خود اس حکمت کی برکت سے نہ صرف لادینی فلسفوں کے مقابلے اپنا ایمان بچا سکے بلکہ اپنے ساتھیوں کا ایمان بھی بچایا۔ انہوں نے روسی لیڈروں کے سامنے سوشلزم کے مقابلے میں سرمایہ داری کے خلاف اسلام کا وہ عادلانہ معاشی نظام پیش کیا، جسے حجۃ اللہ البالغہ میں بیان کیا گیا ہے اور اس کی افادیت کا انہیں قائل کرایا۔ اس کے بعد مولانا سندھیؒ فرماتے ہیں کہ ہم حجۃ اللہ البالغہ کے داعی بن گئے۔

حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ نے واپسیٔ وطن کے بعد امام ولی اللہ دہلویؒ کے خاص ارشادات کو ایک رسالے میں جمع کیا۔ وہ ارشادات جن پر وہ اپنے فکر کی بنیاد رکھتے ہیں اور امام صاحب کے مقام کی بھی وضاحت کرتے ہیں اس رسالے کا نام انہوں نے اپنے استادِ عالی مقام کے نام پر "محمودیہ" رکھا اور انہوں نے اس کا عربی زبان میں ایک دیباچہ بھی لکھا جس میں موجودہ دَور کے تقاضوں اور ضرورتوں کا ذکر کیا اور بتایا کہ ہمیں ان کی خاطر ایک "امام" کی جستجو تھی، اور وہ امام حضرت امام ولی اللہ دہلویؒ کی صورت میں میسّر آ گیا۔ والحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

ذیل میں اس دیباچے کا اردو ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔ کتاب محمودیہ مع اردو ترجمہ عبیدیہ" ادارہ حکمۃ اسلامیہ کی طرف سے شائع ہو چکی ہے اور مکتبہ خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور سے مل سکتی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

اما بعد:

یہ رسالہ حضرت امام ولی اللہ دہلویؒ (قدس سرہ العزیز و رفع درجاتہ فی العلیین) کی کتابوں کے بعض اہم اقتباسات پر مشتمل ہے۔ اس کے ذریعے سے لوگوں کو یہ جتانا مقصود ہے کہ حضرت امامؒ کا ارشاد کیا تھا یعنی وہ کس راہ کی طرف ہدایت فرماتے تھے اور لوگوں کے ذہنوں کو اس قابل بنانا ہے کہ وہ حضرت امامؒ کی دعوت کو بھی سمجھ سکیں۔

ہم اس وقت زمانۂ مرور میں ہیں کہ ایک دَور سے دوسرے دَور میں منتقل ہو رہے ہیں (تاریخ ہند میں) ملوکیت کے جس دَور کی سلاطین نے بنیاد رکھی تھی۔ سلطان محمود غزنوی اور سلطان محمد غوری سے شروع ہو کر سلطان شاہجہان اور اورنگزیب عالمگیر (انار اللہ براھینھم) تک رہا، وہ اب بالکل ختم ہو چکا ہے اور قومیت اور پارلیمانی شورائیت کے جو اصول مغربی ممالک میں بالعموم اور برطانیہ میں بالخصوص پختہ ہو چکے ہیں، اب اُن کا دَور مشرقی ملکوں میں عام طور پر اور ہمارے ملک میں خاص طور پر شروع ہو چکا ہے۔

تاریخ ہند کے واقعات اور اس کے فلسفے یعنی ان واقعات کو پیدا کرنے والی قوتوں پر غور کرنے والوں کو معلوم ہے کہ ہمارے اہلِ علم اور صاحبِ امر لوگوں کی ایک جماعت دولتِ ہندیہ کی بربادی سے پہلے اس قسم کے جمہوری اور انقلابی نظام کو مقبول بنانے کی کوشش کر رہی تھی۔ لیکن (بدقسمتی سے) ہمارے محنت کش طبقے کی کم فہمی اور کند ذہنی اور غالب سرمایہ دار حکمرانوں کے پراپیگنڈا نے ہمارے ملک کے عوام کو خوابِ غفلت میں مبتلا کر دیا۔ جس سے ان کی آنکھ دولتِ عثمانیہ کے سقوط کے بعد ہی کھُلی۔

چونکہ نظریۂ جمہوریت کا آغاز یورپ اور اس کے آس پاس کے ملکوں میں ہُوا اور وہاں وہ طبعی طور پر رفتہ رفتہ ترقی پذیر ہُوا۔ اس لئے مشرقی لوگوں میں سے جو بھی بیدار ہوتے مثلاً روس اور جاپان اور ترکی اور ایران، ان کے لئے اس کے سوا کوئی چارۂ کار نہ تھا، کہ عسکری، صنعتی اور پارلیمانی نظاموں میں یورپ ہی کی پیروی کرتے اور اب جب ہم ہند میں نئی بیداری کا کام شروع کرتے ہیں تو لامحالہ یورپ اور اس کے کل متبع ملکوں کی مخالفت کرنے کی کوئی راہ نہیں پاتے۔

زمانۂ حال میں ہمارے سامنے ایک اور دہشت ناک حقیقت ظاہر ہوئی ہے جس نے ہمارے افکار پر خوف و ہراس طاری کر دیا ہے اور وہ یہ ہے کہ جمہوریت کے عام یورپی مبلغینِ دین کا سرے سے انکار کرتے ہیں۔ اب ہمارے لئے ایک مخمصہ پیدا ہو گیا ہے کہ اگر انقلاب سے پیچھے رہیں تو ذلت اور خواری میں مبتلا ہوں اور ان جمہوریت پسندوں کے نقشِ قدم پر چلیں تو اپنے ہاتھوں دین کی جڑیں کھودیں۔

عہدِ گزشتہ کی تاریخ کا نہایت گہری نظر سے مطالعہ کرنے کے بعد ہمیں پورا پورا یقین ہو چکا ہے کہ اس حیران کُن حالت سے جو مایوسی اور قعود (جمود) تک پہنچ چکی ہے، نکلنے کا ایک ہی راستہ ہے اور وہ یہ کہ ہم تسلیم کر لیں کہ ہمیں اپنے دینی اماموں میں سے ایک ایسے امام کو اپنا مقتداء بنانے کی اشد ضرورت ہے، جو رُشد و ہدایت کی طرف رہنمائی کرے اور جس کی پیروی کر کے ہم اس انقلاب سے جس میں ہم مبتلا ہیں، صحیح سالم نکل آئیں۔

جن اصحاب کو انقلابی تحریکات کا تجربہ ہے، ان کے نزدیک یہ امر ابتدائی مسلّمات میں سے ہے کہ اس منصبِ جلیل کے لئے وہی شخص موزوں ہو سکتا ہے جو معرفتِ الٰہی میں عارفِ کامل، علومِ شرعیہ میں محقق امام اور حکمتِ عملی کے میدان کا شاہسوار ہو اور ان سب باتوں کے ساتھ ساتھ وہ ہمارے ملک کے سیاسی اضطراب کے دَور میں نشوونما پایا ہُوا ہو اور دولتِ ہندیہ کے آخری سیاستدان بادشاہ اور دین کی تجدید کرنے والے اجتماع کے بانی یعنی سلطان محی الدین اورنگ زیب عالمگیرؒ کے عہد میں جو ہیئتِ اجتماعیہ وجود میں آئی، اُس سے تربیت یافتہ ہو، تاکہ اُسے اپنے ذاتی تجربے اور مشاہدے کی بناء پر ہماری خاص اور عام اجتماعیت کے امراض کا پورا پورا علم حاصل ہو چکا ہو۔

ہم اللہ تعالیٰ کی بے حد حمد و ستائش کرتے ہیں کہ اس نے ہماری رہنمائی اس امام عالی مقام کی طرف کی جو دنیا میں ایک مشہور مثل کی طرح کہتا ہے۔ ع

ومَنِ الودیعُ وقد رکبت غضنفراً

(یعنی تم شیر کی پشت پر سوار ہو کس کا دل گردہ ہے کہ تمہارے پیچھے اس شیر کی پشت پر بیٹھے)

(حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ ص۲)

ہم نے جن اماموں سے عام طور پر دین کے علوم اور اس کے معارف اور خاص طور پر ہندوستان کی اجتماعی تاریخ سیکھی، وہ ان اماموں کے امام یعنی حکیم الامت امام ولی اللہ دہلویؒ ہیں۔

ہمارے ان اماموں نے دوسرے ہجری ہزار کے اس امام انقلاب کے نظریات و عملیات پر ایک جماعت تیار کی اور اُن کے اجتہاد اور جہاد کا سلسلہ نسلاً بعد نسلٍ جاری رہا، رضی اللہ عنہم۔

ہم نے امام ولی اللہ دہلویؒ کی تصانیف میں سے اور اُن کے محقق پیروؤں کی کتابوں میں سے کچھ فوائد متعدد رسائل میں جمع کئے ہیں جو امام موصوف کی حکمت کے اصول کی تشریح کرتے ہیں اور امام ممدوح کی امامت کی بشارت دیتے ہیں۔ ان رسائل میں سے یہ پہلا رسالہ ہے جس کا نام ہم نے اپنے استاذِ جلیل شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ دیوبندی کے نامِ نامی و اسمِ گرامی پر "محمودیہ" رکھا ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ، ھوالموفق والمعین۔

(امام انقلاب حضرت مولانا) عبیداللہ سندھی (رحمۃ اللہ علیہ)
گوٹھ پیر جھنڈا، حیدرآباد سندھ

بچوں کا صفحہ

حقوق العباد

جناب محمد حسام اللہ شریفی — لاہور

خُداوند جل و علیٰ نے انسانوں کو مختلف مراتب میں پیدا فرمایا اور ان میں مختلف درجے رکھے کسی کو بیٹا بنایا اور کسی کو باپ، کسی کو ماں اور کسی کو بیٹی۔ جنس ایک ہی ہے یعنی سب انسان، لیکن ان میں آپس میں مختلف درجے رکھے تاکہ ایک دوسرے سے ممتاز ہو جائیں۔ اسی طرح ان میں مختلف لوگوں کے حقوق و فرائض مختلف رکھے گئے۔

یہاں مختصر طور سے یہ بتانا مقصود ہے، کہ والدین کے اولاد پر کیا حقوق ہیں؟ اور اولاد کے والدین پر کیا حقوق ہیں؟ آج کل عام طور سے ان سے بہت بے پروائی برتی جاتی ہے اللہ رب العزت نے بیان فرما دیا ہے کہ میں اپنے حقوق سے تو درگزر بھی کر دیتا ہوں، لیکن بندوں کے حقوق جب تک وہ آپس میں ہی مُعاف نہ کروا لیں میں ان کو مُعاف نہیں کرتا۔

والدین کے اولاد پر کیا حقوق ہیں؟

۱۔ والدین کی تعظیم و تکریم کرے اور ہر معاملے میں ان کا حکم مانے۔ سوائے اس کے کہ وہ احکامِ خدا و رسولؐ کے مخالف حکم دیں۔

۲۔ ان سے اچھے سلوک سے پیش آتے اگر کبھی ان کی طرف سے زیادتی بھی ہو جائے تب بھی ان سے کسی قسم کا برا سلوک نہ کرے۔

۳۔ بوڑھے ہوں تو ان کا خصوصی خیال رکھے چوں کہ بڑھاپے میں ان کا مزاج اکثر تیز ہو جاتا ہے کسی بھی بات کو برداشت نہیں کر سکتے اور ان کے چڑچڑے پن کا کوئی خیال نہ کرے۔

۴۔ اگر ان کو ضرورت ہو تو مال و دولت سے ان کی امداد کرے۔

۵۔ بعد از وفات قرآن مجید پڑھ کر اور صدقاتِ نافلہ کے ذریعے ان کو ثواب پہنچائے اور گاہ گاہ ان کی قبر کی زیارت بھی کرتا رہے

۶۔ والدین کے ملنے والوں سے حسنِ اخلاق سے پیش آئے۔

۷۔ اگر ان کے ذمے کسی قسم کا قرض ہو تو وہ ادا کرے۔

اولاد کے حقوق والدین پر کیا ہیں؟

۱۔ ان کی اچھی طرح پرورش کرے۔

۲۔ علمِ اخلاق اور علمِ دین کی تعلیم کر اس کے عقائد درست ہو[ں] اور ضروری مسائل معلوم ہوں ضرو[ر] [illegible]

۳۔ پیار و شفقت [illegible] ان کی پرورش کرے۔ اولاد سے پیار و محبت رکھنے کی حدیث شریف میں فضیلت آئی ہے۔

۴۔ لڑکیوں سے تنگ دل نہ ہو [illegible] کفار ہے۔

۵۔ جب نکاح کے قابل [illegible] ان کا نکاح کر دیا جائے۔ تاکہ [illegible] صالح پیدا ہو ورنہ اگر مرتکبِ گناہ [illegible] تو والدین سے بھی باز پرس ہوگی۔

۶۔ اگر لڑکی کا پہلا شوہر فوت ہو جائے، تو اس کا نکاح ثانی کر دیا جائے۔ اور اس وقت تک اچھی طرح رکھا جائے۔

اب چند احادیثِ مقدسہ بھی اس بارے میں سن لیجئے:۔

۱۔ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَنْ اَحَقُّ بِحُسْنِ صَحَابَتِیْ قَالَ اُمُّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ اُمُّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ اُمُّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ اَبُوْكَ (بخاری و مسلم عن ابی ہریرہ)

اے اللہ کے رسولؐ میرے گھر والوں میں سے میرے اچھے سلوک کا سب سے زیادہ کون حق دار ہے؟ فرمایا تمہاری والدہ، عرض کیا پھر کون؟ فرمایا تمہاری والدہ، عرض کیا پھر کون؟ فرمایا تمہاری والدہ، عرض کیا پھر کون؟ فرمایا تمہارے والد۔

۲۔ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا حَقُّ الْوَالِدَیْنِ عَلٰی وَلَدِھِمَا قَالَ ھُمَا جَنَّتُكَ وَ نَارُكَ (ابن ماجہ عن ابی امامہ)

اے اللہ کے برگزیدہ نبی والدین کا ان کی اولاد پر کیا حق ہے؟ فرمایا کہ وہ دونوں تمہاری جنت و دوزخ ہیں (ان کو اگر خوش رکھوگے تو جنت ورنہ جہنم)۔

۳۔ فَاَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَی اللّٰہِ مَنْ اَحْسَنَ اِلٰی عِیَالِہٖ (بیہقی عن عبداللہ)

اللہ کے ہاں مخلوق میں سب سے زیادہ پسندیدہ وہ شخص ہے، کہ جو مخلوقِ خُدا اور اپنی عیال سے اچھے طریقے سے پیش آتا ہے۔

۴۔ اِذَا مَاتَ الْاِنْسَانُ اِنْقَطَعَ عَنْہُ عَمَلُہٗ اِلَّا مِنْ ثَلٰثَۃٍ مِنْ صَدَقَۃٍ جَارِیَۃٍ اَوْ عِلْمٍ یُنْتَفَعُ بِہٖ اَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ یَدْعُوْلَہٗ (مسلم عن ابی ہریرہ)

جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے تمام اعمال اس سے منقطع ہو جاتے ہیں سوائے تین کے کہ کوئی صدقہ جاریہ کیا ہو یا علم کے ذریعے دوسروں کو نفع پہنچایا ہو یا نیک بخت اولاد ہو [جو اس] کے لئے دعا کرتی [illegible]

"نص[یحت]"

از قلم [illegible]

محبت سے رہنا [illegible]
نفاق و عداوت کو ٹھکرا[ئیے]
زمانے کی گردش سے ہٹ کر ذرا
پیامِ اخوت کو اپنائیے
ہوا و ہوس بھی بُری چیز ہیں
طریقِ عداوت سے بچ جائیے
کہ دو جان ہو اور قالب ہو ایک
وہ پیکر اخوت کا بن جائیے
بُرائی کو اور جھوٹ کو چھوڑیئے
شرافت صداقت کو اپنائیے
بنو نیک ایسے کہ قائل ہو دنیا
بزرگوں کی عزت کیے جائیے
ڈریں اہلِ باطل سے ہرگز نہ ز[ی]ن
مجسمہ شجاعت کا بن جائیے

سبق پھر پڑھ صداقت کا عدالت کا شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دُنیا کی امامت کا

اقبالؒ

۶ مارچ ۱۹۷۰ء

۳۰

الدین لاہور

رجسٹرڈ ایل
نمبر ۶۰۴۷

The Weekly "KHUDDAMUDDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

ٹیلیفون نمبر
۶۷۵۴۵

(۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ رمئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۳۷-۲۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء
ی DD9-2-676/39 مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۶۴ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر GMR/46-5210 مورخہ ۱۲ مارچ ۱۹۶۷ء

بنیاد رمی
سلطان محمد غوری سے
سلطان شاہجہان اور اورنگ
(انار اللہ براھینھم)
اب بالکل ختم ہو چکا ہے
اور پارلیمانی شورائیت کے
ممالک میں بالعموم اور
پختہ ہو چکے ہیں، اب
مشرقی ملکوں میں عام طو
ہمارے ملک میں خاص
ہو چکا ہے۔
تاریخ ہند
کے فا

[illegible]لاح الدّین کی عظمت کو پھر سے زندہ کر

ساجد، راہوالی

اے مسلماں اب کدھر ہے [illegible]سلمانی تری!
زندگی تھی ہر گھڑی جب شکلِ قرآنی تری!

ہیں کہاں وہ ولولے، وہ جوش، وہ جذبے ترے
دبدبے تیرے کہاں وہ شانِ سلطانی تری!

آج ہے بیت المقدس قبلۂ اوّل ترا
کفر کے رحم و کرم پر، ہائے نادانی تری!

حشر کو ہوگا خدا کے سامنے کیونکر بھلا
کام آئے گی نہ اُس دم کچھ پشیمانی تری!

اُٹھ صلاح الدین کی عظمت کو پھر سے زندہ کر
منتظر ہے آج پھر اقصیٰ کی ویرانی تری!

آج للکارا ہے پھر باطل نے غیرت کو تری
دیکھنی ہے کفر کو پھر حشر سامانی تری!

اُٹھ خدا کا نام لے اور کفر کو پامال کر
حق کرے ہر ہر قدم ساجدؔ نگہبانی تری!